حقیقی اہلِ بیتِ رسول ﷺ

یعنی

رسول اللہ کی گھر والیاں

السید طاہر المکی

ناشر
الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ رجسٹرڈ 7/3-A-1 ناظم آباد
کراچی 74600 فون 621449

حقیقی اہلِ بیتِ رسول ﷺ

یعنی

رسول اللہ ﷺ کی گھر والیاں

السید طاہر المکی

ناشر

حقیقی اہل بیت رسول ﷺ

یعنی

رسول اللہ کی گھروالیاںؓ

تام کتاب ـــــــــ حقیقی اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی رسول اللہ کی گھروالیاں

مؤلف ـــــــــ السیّد طاہر المکی۔

اشاعت چہارم ـــــــــ ۱۹۹۲ء

صفحات ـــــــــ ۸۰

تعداد ـــــــــ دو ہزار

قیمت ـــــــــ -/۸ روپے

طابع ـــــــــ نیرنگ پبلیکیشنز۔ نارتھ ناظم آباد۔
کراچی۔

ناشر

الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
مکان نمبر ۲ - قطار ۷ سب بلاک "اے" بلاک ۱
ناظم آباد - کراچی ۷۴۶۰۰ - فون ۴۲۱۴۴۹۰۱

فہرس

تاثرات پروفیسر یوسف سلیم چشتی ۷
ارشادات، امام اھل سنت شیخ الحدیث مولانا محمد اسحاق صدیقی ندوی ۸
رائے گرامی مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی ۹
انتساب (مولانا مفتی) طاہر المکی ۱۰

باب اول:

اہل بیت کا مفہوم ۱۱
حضرت ابراہیم کی اہل بیت ۱۱
ازواج رسولؐ کی تمام خواتین پر فضیلت ۱۳
ازواج مطہراتؓ تمام خواتین کے لئے اسوہ حسنہ ہیں ۱۷
ازواج مطہراتؓ کے متعلق آیۃ تطہیر ۱۸
ارشاد رسولؐ سے تائید مزید ۱۹
آیۃ تطہیر کا حقیقی مفہوم ۲۰
ازواج مطہراتؓ، کے متعلق حضور کے لئے ہدایت ۲۱
ازواج رسولؐ کو اذیت دینا رسول اللہؐ کو اذیت دینا ہے۔ ۲۲
ازواج مطہراتؓ کو اذیت دینا اللہ تعالیٰ کو اذیت دینا ہے۔ ۲۳
ازواج رسولؐ سے گستاخی کرنے پر سزا ۲۳
درود شریف اور ازواج مطہراتؓ (آل محمدؐ) ۲۴
درود شریف دو حصوں میں کیوں ہے؟ ۲۶
درود شریف کا آخری جملہ ۲۷
درود کے الفاظ قرآن کی کس آیۃ سے لئے گئے ہیں ۲۷
درود میں آل ابراہیمؑ اور آل محمدؐ سے کیا مراد ہے؟ ۲۸
حضرت عائشہؓ کا ارشاد کہ ہم آل محمدؐ ہیں ۳۰

ام خواتین سے اپیل۔ ۳۲

باب دویم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن اور آپکے چچا۔ ۳۲
رسول اللہ صلی اللہ علہ وسلم کا پہلا پیغام نکاح برائے ام ہانی ۳۵
ام المومنین سیدہ خدیجہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اہل بیت ۳۶
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صاحبزادوں میں سے تین سیدہ خدیجہؓ سے ۳۷
وفات سیدہ خدیجہؓ ۳۷
حضورؐ کی سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینبؓ ۳۸
سیدہ زینبؓ کے شوہر سیدنا ابو العاصؓ اموی ۳۸
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے نواسے سیدنا علی زینبی۔ ۳۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بڑی نواسی سیدہ امامہؓ ۴۱
سیدہ زینبؓ کی وفات اور ان کے شوہر کی شہادت ۴۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی سیدہ رقیہؓ ۴۲
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نواسے سیدنا عبداللہ بن عثمانؓ ۴۳
سیدہ رقیہؓ کی وفات۔ ۴۳
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی فاطمہؓ ۴۳
علیؓ و فاطمہؓ کی ازدواجی زندگی ۴۳
حضرتؓ فاطمہؓ کی اپنی بہنوں سے محبت ۴۴
حضرت فاطمہؓ کی وفات ۴۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے نواسے سیدنا حسنؓ ۴۵
سیدنا حسنؓ اور سیدنا معاویہ کی صلح۔ ۴۷
چھٹے خلیفہ راشد حضرت معاویہؓ ۴۸
یوم الجماعت ۱۲ ربیع الاول ۴۱ھ ۴۹
سیدنا حسینؓ کی شہادت۔ ۴۹
ایرانی شاہنشاہیت سے جہاد۔ ۵۰
رومن امپائر سے جہاد۔ ۵۰
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ ۵۱
سیدنا عثمانؓ کو ذوالنورین کا لقب ملنے کی وجہ۔ ۵۲
عثمانؓ و علیؓ کے متعلق ام کلثوم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سوال۔ ۵۳
سیدہ ام کلثومؓ کی وفات ۵۳
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عثمانؓ سے محبت ۵۴
خاتون اسلام ام المومنین سیدہ عائشہؓ صدیقہ۔ ۵۴
شہر علمؐ کی ملکہ ۵۴
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہؓ سے محبت
سیدہ عائشہؓ کی فضیلت دنیا کی تمام خواتین پر ۵۶
حضرت عائشہؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ۵۹
حضرت عائشہؓ کا حجرہ یعنی روضہ النبیؐ (گنبد خضریٰ) ۶۲
حضرت عائشہؓ کی وفات ۶۳
ام المومنین کا پیغام اپنے فرزندوں کے نام ۶۴
ام المومنین سیدہ حفصہؓ بنت سیدنا عمرؓ ۶۵
حضرت حفصہؓ کی خدمت قرآنی ۶۶
سیدہ حفصہؓ کی وفات ۶۷
ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ بنت سیدنا ابو سفیانؓ ۶۷

سیدہ ام حبیبہؓ کے نکاح پر ابو سفیانؓ کی مسرت ۶۸
سیدہ ام حبیبہؓ کی برکت سے ابو سفیانؓ کا قبول اسلام ۶۸
سیدہ ام حبیبہؓ کی برکت سے، ہم پاکستانیوں کی اسلام سے وابستگی۔ ۶۹
باقی ازواج مطہراتؓ ۷۱
حضور صلی اللہ علہ وسلم کے چوتھے صاحبزادے سیدنا ابراہیمؒ ۷۲
غم اور ماتم کا صحیح طریقہ ۷۳
وفات سیدہ ماریہ قبطیہؓ ۷۳

ضمیمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ۷۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوازدہ (۱۲) اہلبیت مطہراتؓ ۷۵
اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم (صاحبزادے اور صاحبزادیاں) ۷۵
رسول اللہ صلی اللہ علہ وسلم کے سرپرست ۷۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمان چچا ۷۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی خسر ۷۶
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ۷۶
صحابی خلفاء راشدین ۷۶
عشرہ مبشرہ ۷۶
متفرق حضرات ۷۶
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت رسول (ازواج مطہراتؓ) کا شجرہ نسب ۷۷
دوازدہ (۱۲) ازواج مطہراتؓ ۷۸

شارحِ کلامِ اقبال جناب پروفیسر یوسف سلیم چشتی صاحب کے

تاثرات

---- خالص اسلامی اور قرآنی تصوّرات و تعلیمات کو ختم کرنے کیلئے سبائیوں نے اسلام کا جو نیا ایڈیشن تیار کیا اُس میں تمام تعلیمات قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ چنانچہ ان کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ اہلِ بیت سے حضراتِ علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ مراد ہیں۔

چونکہ یہ عقیدۂ فاسدہ نصوصِ قرآنی کے سراسر خلاف ہے اِس لئے اس کی تردید وقت کی اہم ضرورت بھی ہے اور مسلمانوں کی دینی خدمت اور اسلام کی حمایت بھی۔

الحمدللہ کہ اس خدمت کو فاضل مؤلف نے بحُسن وخوبی انجام دیا ہے اور دلائلِ قرآنی و براہینِ سُنّت کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ قرآنِ حکیم کی رُو سے اہلِ بیت کا مصداق اُمّہات المؤمنینؓ ہیں۔

اس کے بعد ان پاکیزہ ہستیوں کے حالات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ ضمناً آنحضرتؐ کی بناتِ صالحاتؓ کا تذکرہ بھی شامل کر دیا گیا ہے تاکہ سبائیوں کے اس عقیدۂ باطلہ کی تردید بھی ہوجائے کہ آنحضرتؐ کی صرف ایک بیٹی تھی۔

اللہ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

بندۂ مسکین یوسف سلیم چشتی عفی عنہٗ

ارشاد

امامِ اہلِ سنّت شیخ الحدیث حضرت مولانا القاری محمد اسحٰق صاحب صدیقی ندوی مدظلہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — حامدًا و مصلیًا اما بعد

جناب مولانا طاہر المکی صاحب کی کتاب "حقیقی اہلِ بیتِ رسول" دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ سبائی دشمنانِ صحابہؓ کے پروپیگنڈے کے اثر سے لفظ اہلِ بیت کے مفہوم و مصداق سمجھنے میں جو غلطی اور گمراہی پیدا ہوگئی ہے اُس کے ازالہ اور صحیح راستہ یعنی مسلک اہلِ سُنّت کو واضح کرنے کے لئے اس زمانہ میں یہ رسالہ بے نظیر ہے۔ مولانا موصوف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں مسلکِ اہلِ سُنّت کو خوب واضح کیا ہے۔

بلاشبہ یہ دین کی بہت قیمتی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ جناب مصنّف کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائیں اور اس کتاب کو قبول و مقبول فرما کر ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

احقر
محمد اسحٰق صدیقی
عفا اللہ عنہٗ

رائے گرامی

امام الصوفیہ، سید العلماء، حضرت مولانا القاری محمد جعفر شاہ صاحب پھلواروی[1]

..... فاضل مؤلف نے یہ کتاب لکھ کر اُمت پر ایک بڑا احسان کیا ہے۔ تاریخی اور
انی تحریفات کے دبیز پردے جو صدیوں سے ہمارے اذہان پر پڑے ہوئے تھے، مؤلف نے ان کو
ک کرکے حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے۔ اھل البیت کے حقیقی قرآنی مفہوم کو دوسرے
علم نے بھی واضح کیا ہے لیکن مولانا طاہر مکی ایک نرالے اور سادہ انداز میں حقیقت کو
نشین کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ مولانا نے اس کی وضاحت ایسے لطیف پیرائے میں کی ہے
اس توجیہ کو كَمَا صَلَّيْتَ..... كَمَا بَارَكْتَ..... وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ پر ایسی خوبصورتی
منطبق کیا ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد طبیعت پھڑک اُٹھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر اہلِ بیت النبی
اُمّہات المؤمنین ہیں، ہمارے صلوٰۃ و سلام کی اوّلین مستحق نہ ہوں تو اور کون ہوسکتا ہے؟

حقیقت شناس مؤلف نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ دراصل تمام اہلِ سُنّت کا
مسلک ہے خواہ وہ حنفی دیوبندی ہوں یا حنفی بریلوی یا صوفیہ یا اہلِ حدیث۔ سب کا نقطۂ نظر
ہے جو انہوں نے اس کتاب میں واضح کر دیا ہے۔ ہم انہیں صدق دل سے اس کامیاب محنت
مبارکباد پیش کرتے ہیں اور تمام اہلِ سُنّت سے اس کی اشاعت و قبولیت کی درخواست
تے ہیں۔ والسلام

محمد جعفر پھلواروی

[1] آپ بھارت کی مشہور خانقاہ پھلواری شریف کے سجادہ نشین ہیں، اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سلیمان صاحب پھلواروی
(جن کا احترام سر سیدؒ اور علامہ اقبالؒ بھی کیا کرتے تھے) چھوٹے صاحبزادے ہیں ـــ حضرت جعفر شاہ صاحب
ک کے مشہور محقق، اردو کے صاحبِ طرز ادیب اور جامع السلاسل صوفی ہیں۔ سعودی عرب کے "رابطہ عالم اسلامی"
ممبر بھی ہیں۔ آج کل شیخ عبد القادر گیلانی مرحوم (سابق سفیر عراق) کی یادگار المرکز القادریہ میں شیخ المرکز کے
فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے "شاہکار انسائیکلوپیڈیا")

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

اس ناچیز کوشش کو میں اپنی عظیم ماں فخر اہلبیتِ مطہرہ سیدۂ کائنات، افضل نساء العالمین، اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔

مَضَتِ الدُّهُورُ وَمَا أَتَيْنَ بِمِثْلِهَا
وَلَقَدْ أَتَتْ فَعَجِزْنَ عَنْ نُظَرَائِهَا

{وہ عائشہ صدیقہؓ جن کی پیدائش سے قبل، اگرچہ زمانے نے ہزاروں کروٹیں بدلیں مگر ان جیسی عظیم المرتبت خاتون پیش کرنے سے قاصر رہا ــــ اور جب وہ اس کائناتِ ہست و بود میں تشریف لے آئیں تو اُس وقت سے لے کر آج تک پھر ان کی منفرد عظمت برقرار ہے، اور تا قیامت ان کی نظیر پیش نہیں کی جا سکے گی} صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهَا

فرزند اہلِ بیت
طاہر المکی

اہلِ بیت کا مفہوم

اہل بیت دو لفظوں سے مرکب ہے، اَہل اور بیت۔ اہل کے معنی ...س' ہونے کے ہیں اور بیت کے معنی ہیں 'گھر' ــــ چوں کہ گھر اور ...ی سرگرمیوں سے بیوی کو خاص تعلّق ہوتا ہے بلکہ اُس کا میدانِ عمل ہی ...ت (گھر۔ مکان) ہوتا ہے، اِس لئے اُسے اہلِ بیت یعنی

گھروالی (یا خاتونِ خانہ) ــــــــ

...ہیں۔ فارسی میں بھی بیوی کو اہلِ خانہ کہا جاتا ہے جو اہلِ بیت کا لفظی ...ہ ہے۔

جب کسی کی شادی ہو جاتی ہے تو عربی میں کہتے تَأَهَّلَ فلانُ فلا... والا یعنی بیوی والا یا گھر والا ہو گیا۔ یہی بات اردو میں اس طرح کہی جاتی ...ک' فلاں نے گھر بسا لیا' یعنی اُس نے شادی کر لی۔ یا کہتے ہیں' لڑکی اپنے ...ی ہو گئی'، یعنی اُس کی شادی ہو گئی۔ کیوں کہ ماں باپ کا گھر، لڑکی کا اصلی ...نہیں ہوتا، اس کا اصل گھر وہ ہوتا ہے جہاں وہ شوہر کے ساتھ رہتی ...، اور جو اُس کی زندگی کا محور و مرکز ہوتا ہے۔

...رت ابراہیمؑ کی اہلِ بیت | قرآن مجید میں جو عربی زبان اور ...ی لغت کا سب سے زیادہ مستند مخزن ہے، اہلِ بیت جہاں کہیں استعمال ...گیا ہے، بیوی کے لئے ہی کیا گیا ہے[1]۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجۂ

[1] القصص (سورت نمبر ۲۸ آیت نمبر ۱۲) میں زوجۂ عمران (والدۂ موسیٰؑ) کو اور الاحزاب (سورت نمبر ۳۳۔ آیت نمبر ۳۳) میں ...اج مطہراتؓ کو' اہلِ بیت' کہا گیا ہے۔ سورۂ ہود ۱۱/۷۳ میں بھی لفظ زوجۂ ابراہیمؑ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

مطہّرہ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ :-

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (۱۱/۷۳)

فرشتوں نے کہا : کیا تم امرِ الٰہی پر تعجّب کرتی ہو اے گھروالی ! تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں بلاشبہ وہ حمید و مجید ہے۔

تفسیرِ حقّانی میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے :-

> وہ بولے کیا تو اللہ کے حکم سے تعجّب کرتی ہے اے گھروالی تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ بے شک وہ ستائش کے قابل بڑا بزرگ ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوری سیرت کی مشہور کتاب رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (ملک شیخ غلام علی ۱۹۶۶ء جلد دوم صفحہ ۱۳۲) میں رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ کا ترجمہ کرتے ہیں :-

'اے گھروالی تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں'

مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن میں ترجمہ اس طرح ہے

> اُنہوں نے کہا : کیا تو اللہ کے کاموں پر تعجّب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں تجھ پر ہوں اے اہلِ خانۂ ابراہیمؑ! بلاشبہ اُسی کی ذات ہے جس کی ستائشیں کی جاتی ہیں اور وہی ہے جس کے لئے ہر طرح کی بڑائیاں ہیں۔

مولانا امین احسن اصلاحی نے تدبّرِ قرآن میں اس طرح ترجمہ کیا ہے :-

> وہ بولے، کیا خدائی بات پر تعجب ! اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں آپ پر اے اہلِ بیتِ نبی۔ بے شک وہ سزاوارِ حمد و بزرگ ہے۔

ر ملّتِ جعفریہ کے سب سے مستند مترجم فرمان علی صاحب بھی اس کا یہی ترجمہ تے ہیں :-

> وہ فرشتے بولے (ہائیں) تم خدا کی قدرت سے تعجّب کرتی ہو لے اہلِ بیت (نبوّت)۔ تم پر خدا کی رحمت اور اُس کی برکتیں نازل ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ قابلِ حمد (وثنا) بزرگ ہے۔

غرض اہلِ بیت کے معنٰی گھروالی، بیوی اور زوجہ کے ہیں۔ اسی اہلِ بیت کا صار اور مخفّف اہلیہ ہے، جسے اردو میں کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ باہمی ت کے موقعہ پر جب پوچھتے ہیں کہ "بھئی آپ کے اہل و عیال کیسے ہیں؟" تو بھی اہل سے مُراد بیوی ہوتی ہے اور عیال سے مراد بچّے۔

اس تفصیل سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح اُردو میں "گھروالی" (جو بیت کا ترجمہ ہے) یا اہلیہ کہنے سے سوائے بیوی کے اور کوئی شخص مُراد ہوتا، اسی طرح عربی میں بھی (خصوصاً قرآن مجید میں) اہلِ بیت کہنے سے کے علاوہ دوسرے اشخاص مراد نہیں لئے جا سکتے۔[1]

اجِ رسولؐ کی تمام ین پر فضیلت

'اہلِ بیت' کے معنی سمجھ لینے کے بعد اب دیکھئے قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ، ازواجِ مُطہّرات یعنی

ں مجازی طور پر اولاد و اقارب یا متّبعین کو بھی اگر اہلِ بیت میں شمار کر لیا جائے تو دوسری بات ہے۔ جاز کو مجاز ہی رکھنا چاہیئے، اسے حقیقت نہیں بنا دینا چاہیئے۔

اہلِ بیتِ رسول (رسول اللہ کی گھر والیوں) کی عظمت و رفعت کا اس وضاحت سے اظہار فرماتا ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے :-

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (۳۳/۳۲

اے نبیؐ کی بیویو! (تم حرمِ محترمِ نبوی ہو، تمہارے گھر مہبطِ وحی ہیں، تمہارے ہی گھروں میں قرآن وحکمت کی تلاوت کی جاتی ہے اس لئے تمہارے یُمن وسعادت کا کیا کہنا) تمام دُنیا کی عورتوں میں کوئی عورت تمہاری ہمسر نہیں (بلکہ تمہارا درجہ اور مرتبہ سب سے بلند اور سب سے عظیم ہے)

اس آیت کی تفسیر میں قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ

> اَلنِّسَآءِ میں جنس انوثیت کا ہر ایک فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی۔ پھر لفظ اَحَد بھی موجود ہے، اور جب نفی کے لئے لفظ اَحَد کا استعمال کیا جاتا ہے تو اُس وقت نفی بدرجۂ اتم ہوتی ہے۔ غور کرو وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (کوئی بھی خدا کا ہمسر نہیں) میں بھی یہی اَحَد ہے۔
>
> غرض نفی میں اَحَد کا استعمال کسی استثناء کا موقع نہیں رہنے دیتا۔ اس لئے ثابت ہوگیا کہ ازواج النبیؐ کا درجہ ہر ایک عورت سے بالاتر، متمیّز اور شانِ خاص کا ہے۔
>
> (رحمۃ للعالمینؐ جلد دوم صـ ۱۳۲)

ترجمۂ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کے حاشیہ پر صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مُرادآبادی لکھتے ہیں :-

> یعنی تمہارا مرتبہ سب سے زیادہ ہے اور تمہارا اجر سب سے بڑھ کر، جہان کی عورتوں میں کوئی تمہاری ہمسر نہیں۔
>
> (ترجمہ اعلیٰ حضرتؒ مطبوعہ تاج کمپنی)

اور مفتی احمد یار خاں بدایونی تفسیر نور العرفان (مطبوعہ ادارۂ کتب اسلامیہ گجرات) کے صـ ۶۷۳ پر لکھتے ہیں :-

> اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ اکرمؐ کی بیویاں تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہیں، اور جزا و سزا کا دُگنا ہونا اسی لئے کہ ان پر اللہ کی نعمتیں سب سے زیادہ ہیں۔۔ اور فرمایا رِزْقًا کَرِیْمًا یعنی جنّت میں اس دُگنے اجر کے سوا خاص روزی تمہارے لئے مخصوص ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ اولادِ پاک سے ازواج مطہّرات افضل ہیں۔ کیونکہ یہ حضراتؓ جنّت میں حضورؐ کے ساتھ ہوں گی اور خاص روزی کی حقدار۔۔۔۔ اور فرمایا لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو) بلکہ تم تمام جہان کی اوّلین وآخرین عورتوں سے افضل ہو۔ از حضرت آدمؑ تا روزِ قیامت کوئی بی بی تمہاری ہمسر نہ ہوئی نہ ہو۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہّراتؓ اولاد طیّبہ وطاہرہ سے افضل ہیں، کیونکہ نساء سب کو شامل ہے۔

ملتِ جعفریہ کے امام المفسرین جناب طبرسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں

"يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (اے نبی کی بیویو! دُنیا کی عورتوں میں کوئی تمہاری ہمسر نہیں) فرما کر اللہ تعالیٰ نے دُنیا کی تمام خواتین پر ازواجِ مطہراتؓ کی فضیلت کا قطعی اظہار فرما دیا[1]۔"

(مجمع البیان مطبوعہ تہران ج ۸ ص ۳۵۵)

اور شیخ الطائفہ (بارہ امامی فرقے کے پیشوا) جناب طوسی فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے اس آیت (لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ) میں اَحَد کا لفظ فرمایا ہے، کیونکہ اس کے ذریعے ہر ہر فرد شامل ہو جاتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے نبیؐ کی بیویو! تمہیں رسول اللہؐ سے جو تعلق ہے اُس کی بنا پر دُنیا کی کوئی خاتون جلالتِ قدر اور منزلت کی بلندی میں نہ تمہارے مشابہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے[2]۔" (تفسیر التبیان مطبوعہ نجف ۱۹۶۳ء ج ۸ ص ۳۳۸)

ازواجِ مطہراتؓ کی اس فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح کائنات میں کوئی بشر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہیں، اسی طرح کائنات کی کوئی عورت اہلِ بیتِ رسولؐ (رسول اللہؐ کی گھروالیوں) کی طرح نہیں۔ تفسیر البحر المحیط میں ہے

فکما انه علیه السلام لیس کاحد من الرجال، کذلک زوجاته اللاتی تشرفن بقربه ۔	جس طرح آنحضرتؐ جیسا دُنیا میں کوئی مرد نہیں، اسی طرح ان کی ازواجِ مطہراتؓ کی مثل دُنیا کی کوئی عورت نہیں۔

(تفسیر البحر المحیط ج ۷ ص ۲۲۸ مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ)

اور احکام القرآن میں ہے:-

"اے رسولؐ کی اہلِ بیت اگرچہ تم بھی اوروں کی طرح انسان ہو مگر فضل و شرف میں دنیا کی کوئی عورت تمہاری ہمسری نہیں کر سکتی جس طرح پیدائش کے اعتبار سے اگرچہ آنحضرتؐ بھی بشر ہیں۔ مگر فضیلت و منزلت میں کوئی شخص بھی ان جیسا نہیں[1]۔"

(احکام القرآن، قاضی ابن العربی، مطبوعہ مصر ۱۹۵۸ء ج ۳ ص ۱۵۲۳)

جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت دوسرے آدمیوں کے مقابلہ میں ایسی ہے، جیسے غلاموں کے مقابلہ میں آقا اور مالک کی، اسی طرح آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ کی حیثیت باقی تمام خواتین کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسی کنیزوں کے مقابلہ میں خود مختار خاتون اور مالکہ کی (تفسیر خازن و تفسیر کبیر امام رازی)

ازواجِ مطہراتؓ تمام خواتین کیلئے اُسوۂ حسنہ ہیں

یہی وجہ ہے کہ جس طرح تمام دُنیا کے مَردوں کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اُسوۂ حسنہ ہے اسی طرح تمام دُنیا کی خواتین کے لئے اہلِ بیتِ رسولؐ (ازواجِ مطہراتؓ) کی حیات مشعلِ راہ اور نمونہ ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمان، تفسیر المراغی مصری، تفہیم القرآن مولانا مودودی اور شیعہ تفسیر التبیان مطبوعہ نجف)

---

۱ ثم اظهر سبحانه فضيلتهن على سائر النسوان بقوله يٰنساء النبي لستن كاحد من النساء
۲ انما قال كاحد، ولم يقل كواحدة، لان احدا نفي عام للمذكر والمؤنث، والواحد والجماعة
لا يشبهكن احد من النساء في جلالة القدر وعظم المنزلة لمكانكن من رسول الله صلى الله عليه وسلم

۱ لستن كاحد من النساء في الفضل والشرف، فانهن وان كن من الآدميات فليس كاحدهن، كما ان النبي صلى الله عليه وسلم وان كان من البشر جبلة، فليس منهم فضيلة ومنزلة۔

ازواجِ مطہراتؓ کے متعلق آیۂ تطہیر

اہلِ بیت رسولؐ (ازواجِ مطہراتؓ) کی اس عظمت فضیلت کا اعلان و اظہار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے اگلی آیت میں فرمایا:-

...اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ (۳۳/۳۳)

اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:-

"یہ آیت خاص ازواجِ مطہراتؓ کے لئے نازل ہوئی ہے"۔[1]

(تفسیر ابن کثیر۔ احکام القرآن قاضی ابن العربی۔ روح المعانی۔ تفسیر قرطبی۔ تفسیر درمنثور۔ تفسیر مواہب الرحمان۔ تفسیر بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانوی۔ ان کے علاوہ بھی ۷۵ سے زیادہ تفسیروں میں اس کا ذکر موجود ہے۔)

اردو کے سب سے قدیم اور سب سے مستند مترجم حضرت شاہ عبدالقادرؒ دہلوی (حضرت شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے ہیں) اس آیت کا ترجمہ اِس طرح فرماتے ہیں:

> اور خدائے تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندگی اور ناپاکی کو اے پیغمبر کی گھر والیوں، اور چاہتا ہے پاک کرے خدائے تعالیٰ تم کو سب گناہوں سے پاک کرنا، سب طرح سے۔

(ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ مع تفسیر موضح القرآن مطبوعہ مطبع احمدی، دہلی ۱۳۰۸ھ منزل پنجم ص۱۱۷)

---

[1] حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگردِ خاص مشہور تابعی حضرت عکرمہؒ کا بھی یہی ارشاد ہے، اور وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اس بات کے متعلق مجھ سے مباہلہ کرنا چاہے تو میں مباہلہ کرنے کیلئے تیار ہوں (تفسیر روح المعانی، تفسیر بیان القرآن) اس آیتِ کریمہ کی مفصل تفسیر کا مطالعہ کرنے کیلئے اردو کی مندرجہ کتابیں مفید رہیں گی۔ (۱) تفسیر آیۂ تطہیر، از مولانا عبد... لکھنوی مطبوعہ مکتبہ حافظ نور محمد شاہ عالمی مارکیٹ لاہور (۲) اہلِ بیت اور اہلِ سنت، از مولانا سراج الحق مچھلی شہری مطبوعہ... (۳) آیۂ تطہیر اور اہلِ بیتِ رسولؐ، از ڈاکٹر محمد سلطان نظامی مطبوعہ شرکت ادبیہ پنجاب، شاہی محلہ لاہور۔

اور عربی کی سب سے مشہور تفسیر جلالین شریف میں (جو دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث سُنّیوں کے عربی مدارس کے نصاب، درسِ نظامی میں بھی شامل ہے) لکھا ہے:-

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ای نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔	آیۂ کریمہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت میں اہل بیت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر والیاں ازواجِ مطہراتؓ ہیں۔

ارشادِ رسولؐ سے مزید تائید

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہراتؓ کو اہلِ بیت کے الفاظ سے مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری، مسلم اور ترمذی میں حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کے قصے میں منقول ہے:-

فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق الی حجرۃ عائشۃ فقال السلام علیکم اھل البیت ورحمۃ اللہ فقالت وعلیك السلام ورحمۃ اللہ کیف وجدت اھلك؟ بارك اللہ لك فتقری حجر نساءہ کلھن یقول لھن کما یقول لعائشۃ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچکر حضرت عائشہؓ کو السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ (اے میری اہل بیت اللہ کی طرف سے تم پر سلامتی اور رحمت ہو) کہکر سلام فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں عرض کیا: "آپ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو" اور آنحضرتؐ نے حضرت زینبؓ کے متعلق دریافت کیا کہ "آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسا پایا؟ اللہ تعالیٰ آپ کو

ویقلن لہ کما قالت عائشۃ: برکت دے"۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے تمام ازواجِ مطہرات رضی کے حجروں میں تشریف لے جا کر ان سب سے اُسی طرح سلام کیا جس طرح حضرت عائشہ رضی سے سلام کیا تھا، اور سب نے سلام کا اسی طرح جواب دیا جس طرح حضرت عائشہ رضی نے دیا تھا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ احزاب آیت یاایہا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبی ج ۲ صـ۷۰۶، صحیح بخاری، مترجم اردو مطبوعہ محمد سعید قرآن محل کراچی ج ۲ صـ۸۹۲ حدیث ۱۹۰۳، التاج الجامع للاصول، کتاب التفسیر مطبوعہ مصر ۱۹۶۲ء ج ۴ صـ۲۱ بحوالہ بخاری مسلم و ترمذی)۔ اور مشہور شیعہ مؤلف ملا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان الفاظ سے سلام کیا کرتے تھے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْبَیْتِ اے میری اہلِ بیت (گھر والی) تم پر سلام، (دیکھئے حیات القلوب مترجم اردو جلد دوم صـ۱۸۸ پانچواں باب فضائلِ حضرت خدیجہ رضی شائع کردہ مکتبہ امامیہ لاہور)

آیت کا حقیقی مفہوم ان حقائق کے مطابق آیت اہلِ بیت کا مفہوم یہ ہے کہ:-

"اے نبیؐ کی گھر والیو! ہم نے تمہیں تمام عورتوں پر جو برتری اور فضیلت کا شرف عطاء فرمایا ہے، اور دُنیا کی خواتین کے لئے تمہیں جو مثالی نمونہ قرار دیا ہے، وہ اس لئے کہ ہم تمہارا تزکیۂ نفس کر کے تمہیں بالکل پاک

صاف کر چکے ہیں۔ کیونکہ جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیتے ہیں (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ) تو اُسے کر کے رہتے ہیں (اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ)۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم نے تمہارے تزکیۂ نفس کا ارادہ کیا تو کُنْ فَیَکُوْنُ کے اُصول کے تحت فوراً تمہارا تزکیہ ہو گیا اور تم دُنیا کی خواتین کے لئے مثالی نمونہ بن گئیں"۔

چوں کہ اس آیۂ کریمہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلِ بیت لئے وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (پاکیزہ) کا لفظ استعمال ہوا ہے، لئے تمام مسلمان انہیں ازواجِ مطہرات رضی کہتے ہیں ـــــ یعنی ک بیبیاں‘ ـــــ

واجِ مطہرات رضی کے متعلق ضورؐ کے لئے ہدایت اہلِ بیتِ رسولؐ (ازواجِ مطہرات رضی) کو پاک و مطہر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ:-

"اے پیارے نبیؐ! ایسی باعظمت اور پاکیزہ بیویوں کو اب تم طلاق نہیں دے سکتے کیونکہ یہ سخت سے سخت آزمائش میں بھی پوری اُتر چکی ہیں ـــــ اب یہ ابد تک کے لئے تمہاری بیویاں اور تمہاری اہلِ بیت ہیں، (لا یحل لك النساء من بعد ولا ان تبدل بهن من

ازواج ولو اعجبك حسنهن ۵۲/۳۳)

اور اُمّتِ مسلمہ کو بتا دیا کہ

* یہ اہلِ بیتِ رسولؐ قیامت تک کے لئے اُمّہاتُ المؤمنین یعنی تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں (وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ۶/۳۳)

* اسی وجہ سے پیغمبرؐ کے بعد اب کوئی اُن سے نکاح نہیں کرسکتا (ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا ۵۳/۳۳)

اور خبردار کیا

ازواجِ رسولؐ کو اذیّت دینا رسول اللہؐ کو اذیّت دینا ہے

* کہ یاد رکھو! اُمّہات المؤمنین سے گستاخی یا ان کی نافرمانی کرکے انہیں تکلیف مت پہنچاؤ، کیونکہ اِس طرح رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تکلیف پہنچتی ہے (وما کان لکم ان تؤذوا رسول الله ۵۳/۳۳)

* اور رسولِ اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور ان کی اہلِ بیت (گھروالیوں) سے گستاخی اور اُن کی نافرمانی اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے (اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۵۳/۳۳)

مشہور سیرت نگار قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ:-

اس سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ ایذائے رسولؐ کی جس قدر اقسام ہو سکتی ہیں، ان سب میں سب سے زیادہ سخت وہ صورت ہے جس میں ازواج النبیؐ کی شان کے خلاف کوئی رویّہ اختیار کیا گیا ہو۔ کیونکہ

قرآن پاک نے ایذائے رسولؐ کے تحت خصوصیت سے اسی جزئیے کا ذکر فرمایا ہے۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوم ص۱۳۵)

اور فرمایا کہ

ازواجِ مطہّراتؓ کو اذیّت دینا اللہ تعالیٰ کو اذیّت دینا ہے

* یہ تو تمہیں معلوم ہو چکا کہ ازواجِ مُطہّراتؓ (رسول اللہؐ کی اہلِ بیت) سے گستاخی یا ان کی نافرمانی کرکے جو کوئی اُنہیں ایذار پہنچاتا ہے وہ دراصل رسولؐ کو ایذار پہنچاتا ہے۔ اِس لئے یہ بھی سُن لو کہ رسولؐ کو ایذاء دینے والا حقیقت میں خدا کو ایذار دیتا ہے، ایسے موذی لوگ **ملعون** ہیں، اور خدا نے ان کے لئے **دردناک عذاب** مہیا کر رکھا ہے (اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۵۷/۳۳)

اور ارشاد ہوا کہ

ازواجِ رسولؐ سے گستاخی کرنے پر سزا

* ازواجِ مطہّراتؓ کی بدگوئی کرنے والے اور اُن کے متعلق مخالفانہ پروپیگنڈہ کرنیوالے (مُرْجِفُوْنَ) **منافق** ہیں اور ان کے **دل مریض** ہیں (لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۶۰/۳۳)

* ان ملعونوں کا صرف ایک علاج ہے کہ جہاں ملیں وہیں پکڑ کر انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں (مَلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۶۱/۳۳)

درود شریف اور ازواجِ مطہراتؓ (آلِ محمدؐ)

ان بدگوئی کرنے والے مجرم منافقین کے مقابلہ میں ملّتِ مسلمہ کو حکم ہوا کہ وہ محمدؐ وازواجِ محمدؐ کی تعریف و توصیف اور مدح وثناء کریں۔ اور ان کے لئے رحمت وبرکت کی اس طرح دُعاء کریں جس طرح فرشتوں نے ابراہیم و اہلِ بیتِ ابراہیمؑ کے لئے رحمت وبرکت کی دُعاء کی اور اُن پر درود بھیجا۔ اسی حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمام مسلمان ہر نماز میں محمدؐ وازواجِ محمدؐ پر درود بھیجتے اور ان کے لئے خدا سے رحمت وبرکت کی التجائیں کرتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ تو سب جانتے ہیں کہ نماز کی آخری رکعت میں التحیات کے بعد ہم دو درود شریف پڑھتے ہیں جو ہو بہو یکساں ہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ پہلے درود میں صلاۃ (رحمت) کا لفظ ہے اور دوسرے درود میں برکت کا لفظ ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ (بَارِكْ) عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ (بَارَكْتَ) عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ
حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

یعنی پہلے درود شریف میں اگر صَلِّ کی جگہ بَارِكْ اور صَلَّيْتَ کی جگہ بَارَكْتَ کا لفظ لگا دیں تو دوسرا درود بن جاتا ہے۔

درود شریف کا مطلب یہ ہے کہ ہم خدا سے دُعاء کرتے ہیں:۔

"اے اللہ اپنی رحمت / برکت نازل فرما محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر جس طرح تو نے رحمت / برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ پر (اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ) بلاشبہ تو حمید و مجید ہے۔"

یہ درود شریف ہم ہمیشہ پڑھتے ہیں، مگر اس کا مفہوم نہیں سمجھتے بس طوطے کی طرح رٹی ہوئی چیز دُہرا دیتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ

۱۔ درود شریف میں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر جو درود بھیجی گئی ہے وہ خاص طور پر صلاۃ (رحمت) وبرکت کے دو لفظوں کے ساتھ کیوں بھیجی گئی ہے؟

۲۔ اس میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کو ابراہیمؑ و آلِ ابراہیمؑ کے ساتھ کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟

۳۔ اور قرآن مجید کی کس آیت سے درود شریف کے یہ الفاظ لئے گئے ہیں؟

وغیرہ

آیئے ہم آپ کو ان سوالوں کے جوابات بتائیں تاکہ آپ کے دل میں درود شریف پوری عظمت کے ساتھ اُجاگر ہو اور دماغ میں اچھی طرح منقّش ہو جائے۔

ابھی چند صفحے قبل ہم نے حضرت ابراہیمؑ اور اُن کی اہلِ بیت (گھر والی) کی شان میں نازل شدہ ایک آیت پیش کی تھی، وہ ایک مرتبہ پھر سامنے لے آئیں۔ آیت یہ ہے:۔

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (۱۱/۷۳)

فرشتوں نے کہا: کیا تم امر الٰہی پر تعجب کرتی ہو اے گھر والی؟ تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں (انہ حمید مجید) بلاشبہ وہ حمد کے لائق اور نہایت مجد و بزرگی والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا درود نقل فرمایا ہے جو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام و اہلِ بیتِ ابراہیمؑ (حضرت ابراہیمؑ کی گھر والی) پر بھیجا تھا ہم مسلمان یہی درود شریف اپنے محبوب پیغمبر محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ بیتِ محمدؐ (آنحضرتؐ کی ازواجِ مطہراتؓ) پر بھیجتے اور خدا سے التجا کرتے ہیں کہ:-

اے اللہ! جس طرح تیرے فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیمؑ (حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ) پر درود بھیجا تھا اور تو نے قبول فرمایا تھا، اسی طرح ہم اپنے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمدؐ (آنحضرتؐ کی ازواجِ مطہراتؓ) پر درود بھیج رہے ہیں اسے بھی قبول فرما، کیونکہ تو حمید و مجید ہے۔

درود شریف دو حصوں میں کیوں ہے؟

اب چونکہ فرشتوں کے درود شریف میں دو لفظ تھے۔ رحمت و برکت۔ اس لئے ہمارے درود میں بھی دو لفظ ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ اور اَللّٰهُمَّ بَارِكْ۔

پہلے درود میں صلاۃ ہے (جو رحمت کا مترادف اور ہم معنی ہے

جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ یعنی یہ وہ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلاۃ و رحمت ہے) اور دوسرے درود میں برکت۔

درود شریف کا آخری جملہ

اور چونکہ فرشتوں کے درود شریف کے آخر میں اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ کا جملہ تھا اس لئے ہمارے درود شریف کے آخر میں بھی اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ کا جملہ ہے۔

غرض ہمارا درود شریف وہی ہے جو فرشتوں کا درود شریف تھا، انہوں نے ابراہیم علیہ السلام اور آلِ ابراہیمؑ (حضرت ابراہیمؑ کی گھر والی) پر درود بھیجا تھا اور ہم اسی کا حوالہ دے کر انہی کے الفاظ میں اپنے آقا حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور آلِ محمدؐ (حضورؐ کی گھر والیوں) پر درود بھیجتے ہیں۔ اسی لئے نماز والے اس درود شریف کو درودِ ابراہیمی کہا جاتا ہے۔

یہ ہے درود شریف کا پس منظر، اور یہ ہے وہ آیت جس سے ہمارے درود کے الفاظ لئے گئے ہیں۔

درود کے الفاظ قرآن کی کس آیت سے لئے گئے ہیں

امام الصوفیاء حضرت امام قشیریؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

فرشتوں نے جو دعاء ابراہیمؑ اور اُن کی بیوی کے لئے کی تھی وہی دعاء ہماری شریعت میں باقی رکھی گئی ہے، جیسے ہم درود شریف میں پڑھتے ہیں[1] (لطائف الاشارات مطبوعہ قاہرہ ۱۹۷۰ء ج ۳ ص ۱۴۷۔ نیز دیکھئے تفسیر ابن کثیر مطبوعہ بیروت ۱۹۶۶ء ج ۳ ص ۵۶۴)

[1] وقالوا: رحمت اللہ وبرکاتہ علیکم اهل البیت، فبقی الدعاء فی شریعتنا باخر الآیة حیث یقول الداعی: کما صلیت و بارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انك حمید مجید۔

پاکستان کے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

> محققین نے لکھا ہے کہ نمازوں میں ہم جو درود شریف پڑھتے ہیں اُس کے الفاظ میں اس آیت سے اقتباس کیا گیا ہے۔

(فوائدِ عثمانی مع ترجمۂ شیخ الہندؒ مطبوعہ بجنور ۱۳۵۵ھ ص ۲۹۷)

درود میں آلِ ابراہیمؑ اور آلِ محمدؐ سے کیا مراد ہے

اس تفصیل سے یہ بات چمکتے ہوئے سُورج کی طرح واضح ہوگئی کہ درود شریف میں آلِ محمدؐ سے مراد ازواجِ مطہراتؓ ہیں، کیونکہ فرشتوں نے جو درود بھیجا تھا ، وہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی کسی صاحبزادی یا نواسوں پر نہیں بھیجا تھا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور اُن کی زوجہ مطہرہ پر بھیجا تھا۔ اسی طرح اُن کی تقلید میں اور اُنہی کے الفاظ میں ہم بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ پر درود بھیجتے ہیں[1]

شارحِ بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی درود شریف پر بحث کرتے ہوئے اعتراف کرتے ہیں کہ :-

---

[1] قرآنی الفاظ سے قطع نظر اگر آلِ ابراہیمؑ سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد اور رشتہ دار مُراد لئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اپنے جانی دشمن اور دُنیا کی انتہائی ظالم اور بدترین قوم یہودیوں پر درود بھیجتے ہیں، کیونکہ وہ سب حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے ہیں۔

اسی طرح اگر درود شریف کے آلِ محمدؐ سے حضورؐ کے رشتہ دار مراد لئے جائیں تو اس کا مطلب ہوا کہ ہم کافروں کے سردار، طاغوتِ اعظم ابولہب پر بھی درود شریف بھیجتے ہیں، کیونکہ وہ حضورؐ کا چچا اور قریب ترین رشتہ دار تھا۔ اسی بوالعجبی پر حیرت ظاہر کرتے ہوئے امام حمیری نے فرمایا تھا ؎

لو لم یکن آلہ اِلّا قرابتہ　　صلّی المصلّی علی الطاغی ابی لہب

یعنی اگر یہ غلط بات مان لی جائے کہ آل سے مراد صرف رشتہ دار ہوتے ہیں تب تو درود شریف پڑھنے والے کا درود بے ایمان اور طاغوت ابولہب پر بھی پہنچے گا۔ حالانکہ وہ اسلام کا دشمن اور بدترین جہنمی ہے (نیل الاوطار)

وقد اطلق صلعم علی ازواجہ آل محمّد کما فی حدیث عائشۃ ما شبع آل محمّد من خبز ما دوم ثلاثۃ ایام الخ	بلاشبہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی ازواج مطہراتؓ کو آلِ محمدؐ فرمایا ہے جیسا کہ مَا شَبِعَ آلُ محمّدؐ والی حدیث بخاری میں ہے۔

(فتح الباری شرح بخاری مطبوعہ مصر جلد اوّل ۱۳۴۷ھ نیز ج ۷، ص ۲۲)

اور صرف بخاری شریف کی اس روایت میں ہی نہیں اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث میں آلِ محمدؐ سے مراد ازواجِ مطہراتؓ ہیں۔

مثلاً ایک موقعے پر جبکہ بعض شوہروں نے اپنی بیویوں کو تنگ کیا اور مارا پیٹا تھا، ان کی عورتیں ازواجِ مطہراتؓ کے پاس حاضر ہوئیں اور ان کے ذریعے رسُول اللہؐ کی بارگاہ میں اپنے شوہروں کی شکایت کی تو رسُول اللہؐ نے لوگوں کو اس ظالمانہ طرزِ عمل سے روکا اور عورتوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنے کی تلقین کی ——————— ابوداؤد

ابنِ ماجہ اور امام بخاری کی تاریخ کبیر میں ہے کہ :-

فاطاف بآل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نساء کثیر یشکون ازواجھن فقال النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم: لقد طاف بآلِ محمّد نساء کثیر یشکون	بہت سی عورتیں آلِ رسُولؐ یعنی ازواجِ مُطہراتؓ کے پاس جمع ہوئیں اور اپنے خاوندوں کی شکایت کرنے لگیں۔ اس پر رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے لوگوں کو تنبیہ فرمائی اور کہا کہ

ان وا جھن لیس اولٰئک بخیارکم	میری گھر والیوں (آلِ محمدؐ) کے پاس بہت سی عورتیں اپنے خاوندوں

کی زیادتی کی شکایت کررہی ہیں، یاد رکھو! اپنی بیویوں کو ستانے والے لوگ اچھے آدمی نہیں ہیں۔

(ابوداؤد مترجم اردو، مطبوعہ محمد سعید قرآن محل کراچی ج ۲ ص ۱۵۷ حدیث نمبر ۳۷۹
ابن ماجہ، مطبوعہ مصر، کتاب النکاح، حدیث نمبر ۱۹۸۵ ۔ تاریخ امام بخاری ج ۱ ص ۲۴۰)

اور فرمایا:۔

خیرکم خیرکم لاھلہ	تم میں اچھا آدمی وہ ہے جو اپنی اہلِ
وانا خیرکم لاھلی	بیت (بیوی) کیلئے اچھا ہو۔ اور
(مشکوٰۃ)	تم سب سے زیادہ میں اپنی اہلِ بیت

(گھر والیوں) کے لئے اچھا ہوں __________

حضرت عائشہؓ کا ارشاد کہ ہم آلِ محمدؐ ہیں

خود اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ جو کہ از آلِ محمدؐ (بارہ ازواجِ مطہراتؓ میں سے ایک) ہیں، مدینہ منورہ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:۔

اِن کنا اٰل محمد لنمکث	ہم آلِ محمدؐ (ازواجِ مطہراتؓ) کا
شھرا ما نستوقد بنار	یہ حال تھا کہ مہینہ مہینہ بھر تک
اِن ھو الا التمر والماء	ہمارے گھروں میں چولہے نہیں
(صحیح مسلم مترجم اردو، مطبوعہ مکتبہ	جلتے تھے، ہم سب صرف کھجور اور
سعودیہ برنس روڈ کراچی ج ۶ ص ۴۲۹)	پانی پر گذارہ کیا کرتے تھے۔

غرض یہ کہ قرآن و حدیث اور درود شریف میں آلِ محمدؐ سے مراد ازواجِ مطہراتؓ ہیں[1]۔

ازواجِ مطہراتؓ کی شان میں امام شافعیؒ کے اشعار

درود شریف کی یہی وہ خصوصیت ہے جس کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نماز میں اس کا پڑھنا سُنّت اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم	فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم	من لم یصل علیکم لا صلوٰۃ لہ

(اے اللہ کے رسولؐ کی ازواجِ مطہراتؓ! تمہاری عظمت و شان کا کیا کہنا کہ اللہ ربّ العزّت نے خود قرآن مجید میں تمہاری عظمت بیان فرمائی اور تمہاری محبّت فرض قرار دی ہے۔ تمہاری جلالتِ شان کے لئے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہ پڑھا اُس کی نماز قبول نہیں ہوئی)

---

[1] کیونکہ کسی شخص کی حقیقی آل اُس کی بیوی ہوتی ہے مشہور امام لغت ابن فارس نے معجم مقاییس اللغۃ میں لکھا ہے کہ اٰل الرجل اھل بیتہ، لانہ الیہ ما لھم آدمی کی بیوی کو اُس کی آل اس لئے کہتے ہیں کہ بیوی کا سہارا اور مددگار صرف اُس کا شوہر ہوتا ہے۔

مجازی آل ہاں مجازی طور پر، ہم قبیلہ، ہم قوم بلکہ تمام ماننے والوں کو بھی آل کہہ دیا جاتا ہے۔ اسی لئے بہت سے علماء نے درود شریف والے آلِ محمدؐ میں ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ تمام مسلمانوں کو بھی شامل کر لیا ہے، جس طرح آلِ لوط سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو حضرت لوطؑ پر ایمان لائے تھے۔
تفصیل کیلئے دیکھئے شرح مسلم للنووی اور نیل الاوطار للشوکانی

کاش ہم مسلمان محمدؐ و آلِ محمدؐ (ازواجِ مطہراتؓ) کو اپنے لئے نمونہ بنائیں اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی سعادت حاصل کریں۔

مسلم خواتین سے اپیل میں اپنی قوم کے نصف بہتر (مسلم خواتین) سے خاص طور پر یہ اپیل کروں گا وہ آلِ محمدؐ (ازواجِ مطہراتؓ) کی سیرت کو عموماً اور آلِ محمدؐ میں بھی سب سے افضل اور شہرِ علم (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ملکہ سیّدۂ کائنات حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کے اُسوۂ حسنہ کو خصوصاً اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں، کیونکہ جیسا آپ نے ابھی پڑھا کہ جس طرح مردوں کیلئے رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اُسوۂ حسنہ ہیں، اُسی طرح خواتین کیلئے آلِ محمدؐ (ازواجِ مطہراتؓ) اُسوۂ حسنہ ہیں۔ اور درود شریف میں محمدؐ کے ساتھ آلِ محمدؐ (ازواجِ مطہراتؓ) کا تذکرہ کرنے میں ایک نکتہ یہ بھی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

بابِ دوم

دوازدہ[12] مُطہّراتؓ یعنی رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارہ[12] گھروالیوں کی مختصر سوانح

رسُولُ اللہؐ کا بچپن اور آپؐ کے چچا جیسا کہ سب جانتے ہیں، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیدائش سے قبل ہی آپؐ کے والدِ محترم وفات پا چکے تھے، پھر جب آپؐ تقریباً سات سال کے تھے کہ والدہ محترمہ اور دس سال کے تھے کہ شفیق دادا کا انتقال ہو گیا (کتاب المحبّر، اسد الغابہ، زاد المعاد ابن قیم) اور اس طرح کم عمری سے ہی آپؐ کو آلامِ حیات کا مقابلہ کرنا پڑا اور یتیمی کے دکھ جھیلنے پڑے۔

اگرچہ اُس وقت آپؐ کے کئی چچا موجود تھے، مگر ان میں سے عبّاسؓ حمزہؓ[1] تو تقریباً خود آپؐ ہی کے ہم عمر اور کم سِن تھے۔ ابوطالب غریب اور بہت بچّوں والے تھے، ان کی قلیل آمدنی خود اُن کے گھر والوں کے لئے پُوری نہیں ہو پاتی تھی۔ ابولہب سخت لالچی آدمی تھا اور خانۂ کعبہ تک کی چیزوں کو چُرا کر کھا گیا تھا۔[2] اس لئے ان چچاؤں سے تو معاونت کی اُمّید ہی نہیں ہو سکتی

---

[1] یہ دونوں چچا آپؐ کے محبوب ترین چچا تھے، ان سے محبّت کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ یہ حضورؐ کے بچپن کے ساتھی تھے، دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ دونوں مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ ان میں بھی حضرت حمزہؓ کا درجہ زیادہ نمایاں ہے کیونکہ وہ رضاعی بھائی ہونے کے علاوہ جنگِ بدر و جنگِ اُحد کے ہیرو ہیں، جنگِ بدر کے موقعہ پر سب سے نمایاں جنگی خدمات انجام دینے کی وجہ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں اَسَدُ اللہ واَسَدُ رسولہ (شیرِ خدا و شیرِ رسُولؐ) کے جلیل القدر خطاب سے نوازا۔ اور جنگِ اُحد میں جب وہ انتہائی بہادری سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو حضورؐ نے انہیں سیّد الشُّھَدَاء (شہیدِ اعظم یعنی تمام شہیدوں کے سردار) کے اعزاز سے نوازا جس میں کوئی ان کا شریک و سہیم نہیں کیونکہ رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے علاوہ دوسرے کسی شخص کو کبھی اس اعزاز سے نہیں نوازا۔ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ○ {رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چچاؤں اور چچا زاد بھائیوں کے متعلق ہم نے علیحدہ ایک رسالہ مرتب کیا ہے، تفصیلی حالات مع حوالوں کے وہاں ملاحظہ فرمائیں}

[2] یہی ابولہب بعد میں اتنا سخت دشمنِ رسُولؐ ثابت ہوا کہ تمام کفّارِ مکّہ سے بازی لے گیا، عام طور پر ابوجہل کو سب سے بڑا دشمنِ رسُولؐ سمجھا جاتا ہے، مگر قرآن مجید میں نام لیکر اُسے دھمکی نہیں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

تھی، ہاں حضورؐ کے سب سے بڑے اور سگے چچا زبیر بن عبد المطّلب بھی موجود
جن کو اُن کے والد عبد المطلب نے وصیّت کی تھی، جو مالدار بھی تھے اور نہایت
شریف الطبع بھی، اپنے قبیلے بنو ہاشم کے سردار بھی تھے اور حضورؐ سے انتہا
محبّت بھی کرتے تھے کیونکہ حضورؐ کے والد عبد اللہ اور یہ زبیر ایک ماں
اولاد تھے (رحمۃ للعالمین جلد دوم) یہ یقیناً حضورؐ کے خرچ کی ذمّہ داری سنبھا
سکتے تھے۔ اور حضورؐ تو خیر ان کے محبوب بھتیجے تھے، عرب رسم ورواج کے
مطابق تو قبیلہ کے ہر یتیم بچّے کا چاہے وہ قریبی رشتہ دار ہو یا نہ ہو، ذمّہ دار
سردارِ قبیلہ ہوتا تھا، اور چونکہ سردارِ قبیلہ زبیر تھے اس لئے حضورؐ کی کفالت
وہ لازماً کرتے ____ مگر (اور یہ مگر بہت اہم ہے)

جس بچّے کو آئندہ چل کر سارے عالم کی دستگیری کرنی تھی، وہ کیوں کسی
چچا کی دستگیری کا محتاج ہوتا؟

وہ کہ جسے اپنے چچاؤں (ابو طالب وغیرہ) اور اُن کی اولاد (مثلاً حضرت علی)
کی کفالت کرنی تھی، کیوں کسی چچا کے زیرِ کفالت رہتا؟

اس بچّے نے وہی کیا جو اولوالعزم کیا کرتے ہیں ____ اُس نے

(حاشیہ بقیہ گذشتہ صفحہ) دی گئی ____ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں میں سے ا
ابولہب کا نام لیکر قرآن مجید میں دھمکی دی گئی ہے، اور پوری ایک سورت تَبَّتْ يَدَا أَبِي
لَهَبٍ اس کے خلاف نازل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کا سب سے بڑا دشمن اور کفّار کا سرغنہ ابولہب تھا جو دنیا و آخرت کی لعنتوں کا مستحق ہو کر ابد تک
راندہ درگاہ ہوگیا۔ اور قیامت تک ہر قرآن پڑھنے والا یہ سورت پڑھ کر اس سے نفرت کا اظہار کرتا ہے
ابولہب نے اشیاء کعبہ کی جو چوری کی تھی اسکے لئے دیکھئے ابن قتیبہ کی المعارف مطبوعہ مصر۔

وہی کیا جو خود اعتمادی کے مجسّمے کیا کرتے ہیں ____ اُس نے وہی کیا جو
قیادت کی صلاحیت رکھنے والوں کا شیوہ ہوتا ہے ____ غرض اُس نے
بھی کیا جو ہونے والے خاتم الانبیاء کی شایانِ شان تھا کہ

____ وہ کسی چچا کے دسترخوان کا زلّہ رُبا نہیں ہوا
____ اُس نے کسی سے امداد کی بھیک نہیں مانگی
____ وہ کسی کے احسان تلے نہیں دبا

بلکہ سب سے بے نیاز ہوکر اس نے خود اپنے زورِ بازو کے ذریعے روٹی
پیدا کی اور بکریاں چَرا کر اپنی غذا کا بندوبست کیا (بخاری شریف، کتاب الاجارہ
طبقات ابن سعد جلد اوّل) اور جب کچھ پونجی جمع ہوگئی تو تجارت کرنا شروع کردی۔

ہاں! جس لڑکے کو مستقبل میں انتہائی اولوالعزم اور عظیم انسان ہونا
تھا، اس کا کردار اسی قسم کا ہونا چاہیئے تھا ____

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا پیغامِ نکاح برائے امّ ہانی

بہر حال جب آپؐ ۲۲ یا ۲۳ سال کے ہوئے تو آپؐ نے اپنے چچا ابو طالب سے اُن کی بیٹی
امّ ہانی (حضرت علیؓ کی ہمشیرہ) کا رشتہ مانگا مگر چچا نے انکار کر دیا[1] (مستدرک

[1] چچا کو کیا معلوم تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب یہی بھتیجا جو آج یتیم ہے کل مکّہ کا فاتح
ہوگا اور جس شخص (ہبیرہ) سے میں اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہوں، وہ اپنے کفر کی وجہ سے
اور رسول اللہ سے دشمنی کی بناء پر مکّہ معظمہ سے بھاگ جائے گا۔ اور میرا بیٹا علیؓ اپنی اسی بہن
امّ ہانی کو حضورؐ کی خدمت میں پیش کریگا، مگر قرآنی حکم اَلّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ (سورۂ احزاب)
کی بناء پر حضورؐ انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیں گے کیونکہ انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی، بلکہ وہ طلقاء
میں سے تھیں (یعنی جنہیں فتحِ مکّہ کے موقعہ پر آنحضرتؐ نے آزاد کیا تھا) [تفصیل کیلئے ہمارے رسالۂ حضرت

حاکم۔ تاریخ طبری، اصابہ، کتاب المحبر وغیرہ۔ مشکوٰۃ شریف کے مؤلف نے بھی الاکمال باب الا (فاختہ بنت ابوطالب) میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے)

یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا جسے ابوطالب نے کھو دیا اور اسی لئے اُمہات المؤمنین اہلِ بیتِ نبوی کی فہرست میں کسی ہاشمیہ کو شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ آہ، ایک ابوطالب کے انکار نے تمام بنو ہاشم کو اس سعادت سے محروم کر دیا۔ یہاں سے انکار کے بعد آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمایا، حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اپنی رفاقت کے لئے منتخب فرمایا (ابن عقیل بحوالہ فتح الباری شرح بخاری۔ سیرت النبیؐ مؤلفہ زرقانی ج ۳ ص ۲۲۸ مطبوعہ مصر۔ سیرت النبیؐ مؤلفہ ابن کثیر ج ۴ ص ۵۸۳ مطبوعہ قاہرہ ۱۹۶۶ء۔ نیز سیرت النبیؐ مؤلفہ شبلی نعمانی جلد دوم تذکرہ حضرت سودہؓ)

ان کے علاوہ آپؐ کے اور جتنے نکاح ہوئے، وہ بیواؤں کی کفالت اور اسلام کی تبلیغ کی غرض سے ہوئے۔ جس نے ذرا بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس حقیقت سے خوب واقف ہے۔

اب ہم پہلے سیدہ خدیجہؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا تذکرہ کریں گے پھر اُن دو ازواج کا جو مجاہد صحابہؓ کی بیٹیاں ہیں، اور ان کے بعد باقی ازواجِ مطہراتؓ کا۔

① اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا۔ ان

حضورؐ کے تین بیٹے قاسم، عبداللہ اور طاہر (طیب) پیدا ہوئے مگر بچپن ہی میں وفات پا گئے۔ چار بیٹیاں بھی ہوئیں، ان کا تذکرہ آگے آتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب منصب نبوت سے سرفراز کیا گیا تو مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ آپ پر ایمان لائے اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں۔ ایمان لانے کے بعد دین کی خاطر تمام مشکلات کو انتہائی ثابت قدمی سے برداشت کرتی رہیں اور اپنے عظیم شوہر سے مکمل تعاون فرماتی رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی رنج اور سخت صدمہ ہوا، یہاں تک کہ اُن کے سالِ وفات کا نام ہی آپؐ نے عام الحزن (غم کا سال) رکھ دیا۔

عمر بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی رفاقت کو نہ بھولے اور ہمیشہ رقت آمیز الفاظ میں ان کا ذکر کرتے رہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی موقعہ پر بکری ذبح فرماتے تو سیدہ خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھی گوشت بھجوایا کرتے، اور فرماتے اِنِّی لَاُحِبُّ حَبِیْبَهَا خدیجہؓ کی وجہ سے میں اُن کی ملنے والیوں کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

وفات حضرت خدیجہؓ نے ہجرت سے تین سال پہلے مکہ معظمہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یوم وفات گیارہ رمضان المبارک

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادیاں

(جو سب کی سب حضورؐ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ سے ہوئیں)

سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا | یہ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سب سے بڑی اور سب سے افضل صاحبزادی ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہی کے متعلق فرمایا تھا کہ ھی افضل بناتی زینب میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے (مستدرک حاکم مشکل الآثار طحاوی۔ سیرت النبی مؤلفہ زرقانی۔ رحمۃ للعالمین جلد صحابیات از نیاز فتحپوری)

ان کا ایک امتیاز یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت پر مَردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدّیق اکبرؓ ایمان لائے، اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں، اسی طرح لڑکیوں میں سب سے پہلے سیّدہ زینبؓ ایمان لائیں۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

سیّدہؓ کے شوہر | آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اِن کا نکاح اِن کے خالہ زاد بھائی حضرت ابوالعاصؓ اموی سے کیا جو سیّدہ خدیجہؓ کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کے صاحبزادے تھے۔ سیر الصحابہؓ کے مؤلف لکھتے ہیں:۔

> ابوالعاصؓ حضرت خدیجہؓ کے بھانجے تھے، وہ اُنھیں بہت محبوب رکھتی تھیں اور اپنا لڑکا تصوّر کرتی تھیں۔
> (سیر الصحابہؓ مطبوعہ دار المصنفین ج ۷، ص ۳۱۱)

ان کا نہایت وسیع تجارتی کاروبار تھا، اور ان کی دیانت و امانت بھی

بہت مشہور تھی (سیر الصحابہؓ) اسی لئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرح یہ بھی الأمین کے لقب سے مشہور تھے (اصابہ، اسد الغابہ)

بہادری کا یہ عالم تھا کہ اہلِ عرب سے جروالبطحا (شیرِ حجاز) کا خطاب حاصل کیا (اصابہ ج ۷ ص ۱۲۱) اور جب قریشِ مکہ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو شعب بنو ہاشم میں نظر بند کر دیا تو انتہائی دلیری کا ثبوت دیتے ہوئے، کفار کی مخالفت کے باوجود، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کھانے پینے اور خرچ کا انتظام کرتے رہے، جس پر سرکارِ دو عالمؐ نے خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"ابوالعاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔" (دیکھئے شیعہ مؤلف مرزا محمد تقی سابق وزیر ایران کی کتاب ناسخ التواریخ مطبوعہ ایران ج ۲ ص ۵۱۸)

حضرت ابوالعاصؓ اُموی اور سیّدہ زینبؓ کے قِرانُ السّعدَین سے دو جلیلی بچّوں کا ظہور ہوا۔ ایک لڑکے حضرت علیؓ زینبی کا اور ایک لڑکی حضرت اُمامہؓ کا۔

سیّدنا علی زینبیؓ | یہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بڑے اور محبوب حقیقی نواسے ہیں۔ عربی دستور کے مطابق رضاعت (دودھ پینے) کے دو سال اُنھوں نے قبیلہ بنی غاضرہ میں گذارے، اس کے بعد بچپن سے جوانی تک اپنے پیارے نانا کی آغوش میں پلے بڑھے اور تربیت پائی، کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پیاری بیٹی سے یہ بچّہ مانگ لیا تھا (اصابہ ج ۲ ص ۵۰۳)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے اس سب سے بڑے نواسے سے بہت

محبّت تھی، اور ہر اہم موقعے پر انہیں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ فتحِ مکّہ کے عظیم تر موقعے پر بھی یہ آنحضرتؐ کے ساتھ آنحضرتؐ کی اُونٹنی پر سوار موجود تھے (اصابہ ج۲۷ ص۵۰۳۔ رحمۃ للعالمین جلد دوم ص۹۸) اور اپنے نانا کے ارشادِ گرامی کے مطابق اُن کے کاندھے پر چڑھ کر خانۂ کعبہ کو بتوں کی آلائش سے پاک صاف بھی کیا (الصّداقۃ العظمیٰ ص۳۲) اس وقت ان کی عُمر چودہ[۱۴] پندرہ[۱۵] سال کی تھی (اصابہ ج۲۷ ص۵۰۳)

رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس محبوب اور سب سے بڑے نواسے نے تاریخِ عالم کا رُخ پلٹ دینے والی اور رومن ایمپائر کو تباہ کر دینے والی اس عظیم جنگ میں جو یرموک کے نام سے مشہور ہے، جامِ شہادت نوش کیا، اور اللہ کی راہ میں کلمۂ اسلام بلند کرنے کی خاطر، جہاد کرتے ہوئے، دونوں عالم کی کامرانیوں کا تاج سر پر رکھے ۱۵ھ میں اپنے پیارے نانا کے حضور پہنچ گئے (تاریخ ابن عساکر مطبوعہ دمشق ج۲ ص۵۰۳) رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ

بانگِ درا میں علّامہ اقبال نے "جنگِ یرموک کا ایک واقعہ" کے تحت انہی نواسۂ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عشقِ نبیؐ اور شوقِ شہادت کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

صف بستہ تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند
تھی منتظر حنا کی عروسِ زمینِ شام
اک نوجوان صورتِ سیمابِ مضطرب
آ کر ہوا امیرِ عساکر سے ہم کلام
اے بو عبیدہ[۱] رخصتِ پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا مرے صبر و سکوں کا جام

[۱] یہ حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح بڑے جلیل القدر صحابی اور اُن دس بلند پایہ عظماء (عشرۂ مبشرہ) میں سے ہیں جنھیں رسُول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دُنیا ہی میں خاص طور پر جنّت کی بشارت عطا فرما دی تھی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بیتاب ہو رہا ہوں فراقِ رسُولؐ میں
اِک دم کی زندگی بھی محبّت میں ہے حرام
جاتا ہوں میں حضورِ رسالت پناہ میں
لے جاؤں گا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام
یہ ذوق و شوق دیکھ کے پُرنم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفتِ تیغِ بے نیام
بولا امیرِ فوج کہ "وہ نوجواں ہے تو
پیروں پہ تیرے عشق کا واجب ہے احترام
پوری کرے خدائے محمدؐ تری مُراد
کتنا بلند تیری محبّت کا ہے مقام
پہنچے جو بارگاہِ رسُولِ امیںؐ میں تو
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام
ہم پر کرم کیا ہے خدائے غیور نے
پُورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضورؐ نے

سیّدہ اُمامہؓ

یہ علیؓ زینبی کی بہن اور رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سب سے بڑی نواسی ہیں، ان سے بھی حضورؐ کو بڑی محبّت تھی، چنانچہ بچپن میں جب یہ کھیلتے کھیلتے رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کمر پر چڑھ جاتیں، اور حضورؐ نماز پڑھ رہے ہوتے، تو حضورؐ اُس وقت تک سجدہ سے نہ اُٹھتے جب تک یہ خود نہ ہٹ جاتیں (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ۔ بحوالہ جمع الفوائد)

ایک مرتبہ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس تحفے میں ایک نہایت خوبصورت ہار آیا تو آپؐ نے فرمایا یہ ہار میں اپنے عزیزوں میں سے سب سے محبوب

حاشیہ (بقیہ گذشتہ صفحہ) اس کے علاوہ بارگاہِ رسالت سے آپ کو امینُ الاُمّۃ کا خطاب بھی مرحمت ہوا۔ باقی ۹ حضرات کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:- ۱۔ حضرت ابوبکر صدیقِ اکبرؓ ۲۔ حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ ۳۔ ذی النورین حضرت عثمان غنیؓ ۴۔ ابوالحسن حضرت علیؓ۔ ۵۔ حواری رسُولؐ حضرت زبیرؓ بن العوام۔ ۶۔ حضرت طلحۃ الخیرؓ ۷۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ ۸۔ حضرت سعیدؓ بن زیدؓ (عمر فاروق اعظمؓ کے بہنوئی) ۹۔ فاتحِ ایران خال النبی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم

کو پہناؤں گا۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ ہار حضرت عائشہؓ کو عنایت فرمائیں گے کہ وہی سب سے زیادہ محبوب ہیں لیکن دراصل آپؐ کی مُراد بڑوں سے نہیں بچّوں سے تھی۔ آپؐ نے اپنی پیاری نواسی سیّدہ اُمامہؓ کو بلایا اور نہایت شفقت و محبّت سے وہ ہار اُنہیں پہنا دیا۔

سیّدہ فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ نے حسبِ وصیّتِ فاطمہؓ زہراؓ انہی سے نکاح کیا تھا (رحمۃ للعالمین جلد دوم)

سیّدہ زینبؓ کی وفات اور ان کے شوہر کی شہادت

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ھ میں وفات پائی۔ ان کے محبوب شوہر سیّدنا ابو العاصؓ اموی نے وفاداری کا حق یوں ادا کیا کہ اُن کے بعد کسی اور عورت کو گھر میں لانے کا تصوّر تک نہیں کیا، جتنے عرصے زندہ رہے کوئی شادی نہیں کی۔ اور دورِ صدّیقی کی مشہور جنگِ یمامہ میں، اسلام کے باغی مرتدین سے مقابلہ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا اور جنّات الفردوس میں اپنی محبوب رفیقۂ حیات اور محترم خسرؐ کے حضور جا پہنچے (تاریخ ابن مندہ والاکمال از مؤلّف مشکوٰۃ) رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دُوسری صاحبزادی سیّدہ رقیہؓ

درمنثور میں ہے کانت ذات جمال بارع یعنی وہ نہایت حسین و جمیل خاتون تھیں۔

آنحضرتؐ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن کے صاحبزادے سیّدنا عثمان[1] رضی اللہ عنہ سے کیا، ان دونوں میاں بیوی میں بہت محبّت تھی، یہاں تک کہ قریش میں بطور ضرب المثل یہ مقولہ مشہور ہو گیا کہ :-

[1] سیّدنا عثمانؓ کی نانی اُمّ بیضا، حضورِ اکرمؐ کے والد عبداللہ کی سگی ماں جائی بہن تھیں (اصابہ، اسد الغابہ)

اَحْسَنُ الزَّوْجَيْنِ رَاٰهُمَا الْاِنْسَانُ رُقَيَّةُ عُثْمَانُ

(میاں بیوی کا سب سے اچھا جوڑا لوگوں نے جو دیکھا وہ رقیہؓ اور عثمانؓ کا ہے) دیکھئے صحابیات مؤلّفہ نیاز فتحپوری، تذکرۂ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

عبداللہ بن عثمانؓ

حضرت رقیہؓ سے حضرت عثمانؓ کا ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا حضرت عثمانؓ کی کنیت ابوعبداللہ انہی صاحبزادے کے نام پر تھی۔ (مشہور شیعہ مؤرخ مسعودی نے اپنی کتاب مُروجُ الذہب' ذکر عثمانؓ میں بتایا ہے کہ حضرت رقیہؓ کے یہ صاحبزادے جوان ہوئے، ان سے نسل چلی اور بعمر ۷۶ سال ان کی وفات ہوئی) برصغیر اور ایتھوپیا (افریقہ) میں آج بھی انکی نسل موجود ہے تفصیل کیلئے دیکھئے فقہ القرآن جلد اول پر ہمارا دیباچہ۔

وفات

۲ھ میں حضرت رقیہؓ کے چیچک نکلی اور اسی مرض میں ان کا ارتحال ہو گیا (رحمۃ للعالمین جلد دوم) رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا

حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تیسری صاحبزادی سیّدہ فاطمہؓ

رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نبوّت ملنے سے پانچ سال پہلے، جب خانۂ کعبہ کی ازسرِ نو تعمیر ہو رہی تھی، پیدا ہوئیں (طبقات ابن سعد۔ سیرت النّبی مؤلّفہ زرقانی۔ دائرۃ المعارف پنجاب یونیورسٹی ج ۱۵ ص ۹) ہجرتِ نبوی کے پانچ مہینے بعد، مدینہ منوّرہ میں رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چچازاد بھائی حضرت علیؓ سے نکاح ہوا، اور فتحِ بدر کے بعد ۲ھ میں رخصتی ہوئی (ماہنامہ خاتون پاکستان کراچی کا رسولؐ نمبر مضمون علّامہ عمادی)

علیؓ و فاطمہؓ کی ازدواجی زندگی

حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کے درمیان جب کبھی خانگی معاملات میں کوئی رنجش ہو جاتی تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ ان میاں بیوی میں مصالحت کی کوشش فرمایا کرتے۔ مؤلّف صحابیات' طبقات ابن سعد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ :-

ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی طرف سے کچھ ایسا برتاؤ ہوا جو حضرتؐ

فاطمہؓ کو ناگوار ہوا، آپؓ کبیدہ خاطر ہو کر رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں گئیں، آپؓ کے پیچھے پیچھے حضرت علیؓ بھی گئے اور ایسی جگہ کھڑے ہو گئے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت فاطمہؓ کی گفتگو سُن سکیں، حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کے غصّہ کی شکایت کی، آپؐ نے فرمایا "اے بیٹی، جو کچھ میں کہوں اُس کو غور و فکر سے سُنو اور عمل کرو۔ وہ کون سے مرد و عورت ہیں جن کے درمیان کبھی کوئی رنجش واقع نہ ہو، اور یہ کیا ضروری ہے کہ مرد تمام کام عورت کی منشاء کے مُطابق ہی کرے اور اپنی بیوی سے کچھ نہ کہے۔"

حضرت علیؓ پر اس مصلحانہ جواب کا اس قدر اثر ہوا کہ پھر اُنہوں نے ایسی کوئی بات نہ کی جس سے حضرت فاطمہؓ رنجیدہ خاطر ہوتیں۔ حضرت علیؓ خود فرماتے ہیں کہ میں جو تشدّد حضرت فاطمہؓ پر کیا کرتا تھا اُس سے دستبردار ہو گیا، اور میں نے اپنی بیوی سے کہا، خدا کی قسم آئندہ میں کبھی ایسا طرزِ عمل اختیار نہ کروں گا جس سے تم کو تکلیف پہنچے یا تمہاری دلشکنی ہو۔

(صحابیات، از نیاز فتح پوری ص۱۴۶ و سیر الصحابیات دار المصنفین ص۱۰۱)

حضرت فاطمہؓ کی اپنی بہنوں سے محبّت حضرت فاطمہؓ کو اپنی بہنوں سے بڑی محبّت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپؓ نے اپنی تینوں لڑکیوں کے نام اپنی بہنوں کے نام پر اُمِّ کلثوم،[1] زینب اور رقیّہ رکھے۔ اور جب وفات کا وقت قریب

[1] یہی وہ اُمِّ کلثومؓ بنتِ فاطمہؓ ہیں جن کا نکاح حضرت علیؓ نے حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے کیا تھا۔ (بخاری شریف بحوالہ الفاروق علّامہ شبلی نعمانیؒ۔ ناسخ التواریخ (مشہور شیعہ تاریخ) (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

آیا تو حضرت علیؓ کو یہ وصیّت کر گئیں کہ میرے بعد اگر نکاح کرنا ہو تو اُمامہؓ سے کریں، جو میری بڑی بہن حضرت زینبؓ کی بیٹی اور میری بھانجی ہے، تاکہ وہ میرے چھوٹے بچّوں کی محبّت و شفقت سے پرورش کرے اور انہیں خوش و خرّم رکھے۔

وفات آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ نے انتقال فرمایا، اور جنّت میں اپنے والدین اور بہنوں سے جا ملیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت فاطمہؓ کے صاحبزادے

سیّدنا حسنؓ متوفی ۵۰ھ آپؓ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تیسرے نواسے ہیں (سب سے بڑے نواسے حضرت ابو العاصؓ کے صاحبزادے حضرت علیؓ زینبی اور ان سے چھوٹے نواسے حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ ہیں)

صورت و سیرت دونوں میں اپنے نانا کا پرتو تھے (سیر الصحابہؓ ج۶ ص۴۷)

حضرت ابوبکرؓ کا ارشاد ہے بِاَبِی شبہ النبی۔ لیس شبیھا بِعَلِی کہ حسنؓ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مشابہ ہیں، علیؓ کے مشابہ نہیں ہیں (بخاری شریف باب مناقب الحسنؓ)

(حاشیہ بقیہ گذشتہ صفحہ) ان سے حضرت عمرؓ کے دو بچے زیدؓ اور رقیّہؓ بھی پیدا ہوئے تھے (تاریخِ طبری اردو مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ج۳ ص۲۴۸ وغیرہ) چونکہ یہ ایک مشہور تاریخی واقعہ ہے اس لئے زیادہ حوالے پیش کرنے کی ضرورت نہیں، اگر کسی کو سُنّی شیعہ کتابوں کے مفصّل حوالے دیکھنے ہوں تو محترم مولانا محمد صدیق لائلپوری کی کتاب "اُمِّ کلثوم بنتِ علیؓ" ملاحظہ فرمائیں۔ ناشر حافظ محمد یوسف کریانہ مرچنٹ، چونیاں لاہور

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب (جنگ) رکھا کیونکہ مجھے جنگ بہت پسند تھی، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے اس نام کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ بچّہ کا نام حسنؓ رکھو (اس کے معنی ہیں، خوبصورت، شریف، اچھا) یوں ان کا نام حسن رکھا گیا۔
(تاریخ ابن عساکر مطبوعہ دمشق ج ۴ ص ٢٠١) نیز دیکھئے مشہور شیعہ مؤلف ملّا باقر مجلسی کی کتاب جلاء العیون جلد اوّل ص ٣٢٥

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسنؓ سے بہت محبّت تھی، ابو سعید ابو فاختہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حسنؓ کو پیاس لگی تو آنحضرتؐ اُن کے لئے خود اُٹھ کر پانی لائے، حسینؓ نے اس پانی کے لئے (بچّوں کی عام عادت کے مطابق) رونا اور چلّانا شروع کر دیا۔ مگر حضورؐ نے انہیں نہیں دیا اور فرمایا پہلے حسنؓ پئیں گے پھر تم پینا۔ اس پر حضرت فاطمہؓ نے جو یہ سارا منظر دیکھ رہی تھیں عرض کیا کہ حضورؐ آپ حسینؓ کے مقابلہ میں حسنؓ کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا " میرے لئے دونوں یکساں ہیں، مگر چونکہ حسنؓ نے پانی کی فرمائش پہلے کی تھی اس لئے میں نے اُسے پہلے دیا (تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ٢٠٩، ٢١٠)

حضرت حسنؓ ابھی بچے ہی تھے کہ محترم نانا نے انتقال فرمایا، اس لئے انھیں آنحضرتؐ کے زیرِ تربیت رہنے کا زیادہ موقعہ نہیں ملا، مگر عظمت کے آثار بچپن ہی سے آپکے چہرے پر نمایاں تھے، اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین کہ یقیناً میرا یہ نواسہ بڑا مدبّر بنے گا اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے (بخاری شریف ج ١ ص ٣٧٣ ج ٢ ص ٥٣٠ مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

حسنؓ و معاویہؓ کی صلح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد سیّدنا حسنؓ نے سیّدنا معاویہؓ کی دعوتِ صلح پر لبّیک کہتے ہوئے اُمّت کو خانہ جنگی سے بچا لیا (بخاری، کتاب الصّلح)

مفسدوں اور فتنہ پردازوں کو سیّدنا حسنؓ کی یہ مصالحانہ روش پسند نہیں آئی اور اُنہوں نے سیّدنا حسنؓ کے خلاف بغاوت کرکے اُنھیں زخمی کر دیا۔ مشہور شیعہ مؤلف طبرسی اعتراف کرتے ہیں :-

جب امام حسن علیہ السّلام کو نیزہ مارا گیا تو آپ زخم کی تکلیف سے کراہ رہے تھے اور ایک شخص زید بن وہب جُہنی سے فرما رہے تھے کہ واللہ معاویۃ خیر لی من ھؤلاء یزعمون انھم لی شیعۃ ابتغوا قتلی، و انتھبوا ثقلی واخذوا مالی بخدا میں معاویہ کو اپنے لئے اُن لوگوں سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں جو اپنے کو میرا شیعہ کہتے ہیں، اُنہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا، میرا خیمہ لُوٹا اور میرے مال پر قبضہ کیا قسم بخدا میں معاویہؓ سے کوئی معاہدہ کر لوں جس سے میری جان اور میرے متعلّقین کی حفاظت ہو جائے، یہ بہتر ہے اس کہ شیعہ مجھے قتل کر دیں، یا میرے متعلّقین ضائع ہو جائیں واللہ اگر میں معاویہؓ سے لڑتا تو یہ میری گردن پکڑ کر معاویہؓ کے حوالے کر دیتے۔ (احتجاج طبرسی مطبوعہ نجف ١٩٦٦ء ج ٢ ص ١٠)

—— بہرحال، سیّدنا حسنؓ نے اپنے خالو سیدنا عثمانؓ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے مفسدین کے آگے جُھکنے سے انکار کر دیا اور اولوالعزمی کے ساتھ اپنے صلح کے موقف پر قائم رہے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ سیّدنا معاویہؓ نے ایک سادہ کاغذ اپنی مُہر ثبت فرما کر سیّدنا حسنؓ کی خدمت میں بھیجا اور کہلا یا کہ آپ جتنی شرطیں چاہیں اس پر لکھ دیں مجھے منظور ہیں۔ چنانچہ سیّدنا حسنؓ نے اپنی شرطیں لکھ بھیجیں جنھیں سیّدنا معاویہؓ نے بلا کسی ترمیم کے منظور کر لیا۔ پھر دونوں حضرات ایک جگہ جمع ہوئے اور سیّدنا حسنؓ نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے یہ خطبہ دیا:-

> مسلمانو! میں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کر لی اور اُن کو امیر اور خلیفہ تسلیم کر لیا، اگر امارت و خلافت اُن کا حق تھا تو اُن کو پہنچ گیا، اور اگر یہ میرا حق تھا تو میں نے اُن کو بخش دیا۔
> (تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی ج ۱ ص ۵۸۱ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

اور فتنہ پردازوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

> تم نے مجھ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ میں جس سے صلح کروں گا، صلح کرو گے، اور جس سے لڑوں گا، لڑو گے، تو میں نے حضرت معاویہؓ کی بیعت کر لی ہے، اس لئے اب ان کی فرمانبرداری اور اطاعت کرو۔ (اصابہ مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۳۳۰)

چھٹے خلیفۂ راشد حضرت معاویہؓ

اس طرح سیّدنا حسنؓ اور سیّدنا معاویہؓ کے اس مُبارک اقدام سے تمام اُمّت پھر ایک مرکز پر جمع ہو گئی، اہلِ ایمان کے باہمی اختلافات سب مٹ گئے اور عالمِ اسلام نے خلیفۂ راشد حضرت حسنؓ کے جانشین خلیفۂ راشد[1] سیّدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو متفق علیہ امیر المؤمنین (مسلمانوں کا راہنما) تسلیم کر لیا، یہ لقب سیّدنا معاویہؓ پر اس طرح صادق آیا کہ اب یہ ان کے نام کا تقریبًا جزو ہو گیا ہے اور موافق و مخالف سب معاویہؓ کے ساتھ لفظ امیر لگا کر امیر معاویہؓ (رہنما معاویہؓ) کہتے اور لکھتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

یوم الجماعت ۲۱ ربیع الاوّل ۴۱ھ

اس نہایت مسرّت و ابتہاج کی یاد میں اُمّت نے اس سال کا نام ہی "عام الجماعۃ" (باہمی صلح و اتحاد والا سال) رکھ دیا اور آج تک تمام مسلمان اس دن (۲۱ ربیع الاوّل) کو اپنے لئے باعثِ صد افتخار اور مایۂ مسرّت تصوّر کرتے ہیں۔

سیّدنا حسینؓ شہادت ۶۱ھ

آپ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چہیتے اور سب سے چھوٹے نواسے ہیں۔ حضرت حسنؓ اور اِن کی عمر میں بہت

---

[1] امامِ اہلِ سُنّت اعلیٰحضرت فاضل احمد رضا خاں بریلویؒ سے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ خلافتِ راشدہ کس کس کی خلافت تھی؟ اعلیٰحضرتؒ نے ارشاد فرمایا "حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت حسنؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت، خلافتِ راشدہ تھی۔" (الملفوظ (ارشاداتِ اعلیٰحضرت) جلد ۳ ص ۷۱ مطبوعہ بریلی) اور فرمایا کہ:-

ومن یکن یطعن فی معاویۃ   فذاك کلب من کلاب الھاویۃ

ترجمہ:- جو حضرت امیر معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے، وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ (احکام شریعت مؤلفہ اعلیٰحضرت مطبوعہ کراچی ص ۱۰۲ تا ص ۱۰۴) قرآن مجید نے تمام صحابہ کو راشد کہا ہے اُولٰئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُونَ پ ۲۶ لہٰذا جو صحابی بھی منصب خلافت پر فائز ہوا وہ خلیفہ راشد ہے۔

کم تفاوت ہے۔

ان کی پیدائش پر بھی حضرت علیؓ نے اُن کا نام وہی رکھا جو انہیں ... تھا، یعنی حرب (جنگ) مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدل کر حسین کر دیا۔ چونکہ یہ لفظ حسن کی تصغیر ہے لہٰذا اس کے معنی ہیں خوبصورت، مگر حسن سے کم اور اُس سے چھوٹا۔

آپ کی ابتدائی زندگی کے متعلق سیر الصحابہؓ کے مؤلف لکھتے ہیں

> حضرت حسینؓ کا سن پانچ چھ برس کا تھا کہ نانا کا سایۂ شفقت سر سے اُٹھ گیا، حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں آپ کی عمر سات آٹھ سال سے زیادہ نہ تھی، حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی صغیر السن تھے۔ اس لئے اس دوران کوئی خاص واقعہ قابلِ ذکر نہیں (ج ۶ ص ۱۴۷)

ایرانی شہنشاہیت سے جہاد | اپنے خالو حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت ... پُورے جوان ہو چکے تھے، چنانچہ سب سے اوّل اسی عہد میں میدانِ جہاد میں ... رکھا اور سنہ ۳۰ھ میں ایران کے صوبے طبرستان کی سرکوبی کے لئے جو فوج ر... کی گئی تھی اُس میں شامل ہو کر جنگ میں مجاہدانہ حصہ لیا، اور اس طرح ا... شہنشاہیت کو ختم کرنے والوں میں آپ کو بھی شرکت کا اعزاز حاصل ہو گیا۔

(سیر الصحابہؓ ج ۶ ص ۱۴۸)

رومن ایمپائر سے جہاد | پھر خلیفۂ ششم امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت میں رومن امپائر کے خلاف جنگ میں حصہ لیا، اور حضرت ابوایوب انصاری ... حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ بہت سے صحابہؓ کے ساتھ اس لشکر میں شریک ہو ...

قسطنطنیہ تشریف لے گئے جو امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی کمان میں جہاد کے لئے روانہ کیا تھا۔[1] اور رومیوں کے خلاف بہادری کے خوب جوہر دکھائے۔

(تاریخ اسلام، اکبر شاہ نجیب آبادی ج ۲ ص ۳۴، تاریخ سید امیر علی (شیعہ) ج ۱ ص ۴۲)

شہادت | حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد بعض فتنہ پرداز اور مکار کوفیوں نے آپ کو عراق بلانے کے بہانے وادیٔ طف میں (جو کربلا کے نام سے مشہور ہے) دھوکے سے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی سیدہ اُمّ کلثومؓ | سیدہ اُمّ کلثومؓ آنحضرتؐ کی چوتھی اور سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں (جوامع السیرۃ۔ ابن حزم ص ۳۹، جمہرۃ الانساب ص ۱۶، سیر اعلام النبلاء، ذہبی ج ۲ ص ۸۹، دائرۃ المعارف پنجاب یونیورسٹی لاہور ج ۱۵ ص ۹ وغیرہ)

---

[1] اس لشکر کا کمانڈر حضرت معاویہؓ نے اپنے صاحبزادے یزید کو بنایا تھا، اور یزید کی سپہ سالاری میں ہی یہ جہاد کیا گیا (دیکھئے بخاری شریف مع شرح فتح الباری مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۳۰۴) بڑے بڑے صحابہؓ نے اس لشکر میں اس لئے شمولیت فرمائی کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا:-

اوّل جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم — میری اُمت کا جو لشکر پہلی مرتبہ قیصر کے دارالسلطنت (قسطنطنیہ) پر حملہ کریگا خدائے علیم و خبیر نے ان کو پروانۂ مغفرت عطا کر دیا ہے۔ (بخاری شریف مترجم اردو مطبوعہ محمد سعید قرآن محل کراچی ج ۲ ص ۱۰۱ حدیث ۱۸۴۔ بخاری شریف مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، کتاب الجہاد، باب ما قیل فی قتال الروم ج ۱ ص ۴۱۰)

مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ "صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت حسین بن علیؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ وغیرہم وعدۂ مغفرت کے شوق میں آ آکر شریک ہوئے۔" (تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۳۴) ابن عساکر، تاریخ اسلام ذہبی، البدایہ والنہایہ

[2] حضرت حسینؓ کو کس نے قتل کیا؟ اس موضوع پر "قاتلانِ حسینؓ کی خانہ تلاشی" ملاحظہ فرمائیے۔ ناشر: ادارہ تحفظ ناموسِ اہلبیت ناظم آباد کراچی۔

چونکہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بڑی صاحبزادیوں کے نکاح سے فارغ ہو چکے تھے، سیدہ فاطمہؓ کا بھی حضرت علیؓ سے نکاح ہو چکا تھا ـــــ اس لئے اب آنحضرتؐ کی صاحبزادیوں میں صرف سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدہ اُمِ کلثومؓ غیر شادی شدہ رہ گئی تھیں۔ بڑی بہن سیدہ فاطمہؓ کے نکاح کے بعد ان کے لئے رشتہ تلاش ہی کیا جا رہا تھا کہ سیدہ رقیہؓ چیچک کے مرض میں وفات پا گئیں ـــــ چونکہ حضرت عثمانؓ نے سیدہ رقیہؓ کو بہت عزت و محبت کے ساتھ رکھا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ اُمِ کلثومؓ کو بھی انہی کی زوجیت میں دینا مناسب تصور فرمایا، اور جب خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی اس نکاح کی اجازت مل گئی تو آنحضرتؐ نے حضرت عثمانؓ کو بُلا کر فرمایا:-

> یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو خدائے بزرگ کا حکم بتلاتے ہیں کہ میں اپنی دوسری بیٹی تم سے بیاہ دوں۔
>
> (رحمۃ للعالمین جلد دوم، تاریخ طبری)

ذوالنورین اس طرح ارشادِ الٰہی کے مطابق سیدنا عثمانؓ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ اسی لئے اُن کا لقب ذی النورین یعنی دو نور والا ہو گیا، کیونکہ یہ وہ سعادت ہے جو سیدنا عثمانؓ کے علاوہ کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔

حضرت عثمانؓ نے سیدہ اُمِ کلثومؓ کو بھی اسی طرح خوش و خرم رکھا، جیسے سیدہ رقیہؓ کو رکھا تھا ـــــ اور جب ایسا محبت کرنے والا شوہر ہو تو

کون خاتون ہے جو اس کا دم نہ بھرے؟ یہی حالت سیدہ اُمِ کلثومؓ کی تھی۔ اسی لئے ایک مرتبہ اُنہوں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسا سوال کیا جو ان کی دلی محبت کا آئینہ اور حضرت عثمانؓ سے شغف کا حقیقی ترجمان تھا۔

اُمِ کلثومؓ کا ایک سوال حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ:-

> سیدہ اُمِ کلثومؓ نے ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا بابا جان! میرے شوہر عثمانؓ زیادہ اچھے ہیں یا فاطمہؓ بہن کے شوہر علیؓ؟
>
> آنحضرتؐ نے کچھ سوچنے کے بعد جواب دیا کہ تمہارا شوہر! کیوں کہ وہ اللہ و رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں۔ مجھے جب جنت کی سیر کرائی گئی تو وہاں عثمانؓ کا مکان بھی دکھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے تمام دامادوں میں ان کا مکان سب سے بلند اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ (مستدرک حاکم مطبوعہ دکن جلد چہارم ص۴۹)

وفات سیدہ اُمِ کلثومؓ نے ۹ھ میں انتقال فرمایا۔ جب انہیں دفن کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ صحیح بخاری میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ سیدہ اُمِ کلثومؓ کی وفات پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر پر مغموم بیٹھے ہوئے تھے اور حضورؐ کی ہر دو چشمان نورانی آنسوؤں سے تر تھیں۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عثمانؓ سے محبت

طبقات ابن سعد میں ہے کہ سیدہ اُم کلثومؓ کی وفات کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری دس بیٹیاں اور ہوتیں تو یکے بعد دیگرے میں سب کو عثمانؓ سے بیاہ دیتا (صحابیات صا ۱۳۱) رضوان اللہ تعالیٰ علیھن وعلیھم اجمعین

۲ خاتونِ اسلام اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ خلیفۂ اوّل جانشینِ رسولؐ صاحب النبی (نبی کے دوست) گنبدِ خضرا میں آنحضرتؐ کے رفیق سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نکاح، حضرت خدیجہؓ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہوا (سیرت النبی زرقانی، سیرت النبی ابن کثیر مطبوعہ قاہرہ ۱۹۶۶ء ج ۴ ص ۵۸۳) مگر رخصتی ہجرت کے بعد ہوئی۔

شہرِ علمؐ کی ملکہ رخصتی سے وفاتِ نبوی تک سرکارِ دوجہاںؐ کے زیرِ تربیت رہیں، جس میں آنحضرتؐ نے اُمت کی راہنمائی کے لئے آپؓ کو اس طرح تیار کیا کہ اگلے پچاس سال تک خلفائے راشدین اور جلیل القدر اصحابِ رسولؐ اہم مسائل کی گرہ کشائی کے لئے آپؓ سے رجوع کرتے رہے۔ مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰؓ اشعری فرماتے ہیں:-

ما اشکل علینا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حدیث قط فسئلنا عائشۃ الا وجدنا عندھا منہ علما	ہم صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی پیش نہیں آئی کہ جس کو ہم نے سیدہ عائشہؓ سے پوچھا ہو، اور اس کا صحیح حل اُنہوں نے پیش نہ کر دیا ہو۔

(ترمذی، باب مناقب سیدنا عائشہؓ)

اور سرخیل تابعین امام زہری کی شہادت ہے کہ:-

سیدہ عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں، بڑے بڑے صحابہؓ ان سے دریافت کیا کرتے تھے۔ اگر تمام لوگوں کا، یہاں تک کہ اُمہات المؤمنین کا علم بھی ایک جگہ جمع کیا جاتا تو سیدہ عائشہؓ کا علم ان سب سے وسیع ہوتا۔

(طبقات ابن سعد و مستدرک حاکم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہؓ سے محبت آپ کی یہی وہ ذہانت و قابلیت اور اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے شیفتگی تھی، جس کی وجہ سے تمام اہل بیت (ازواجِ مطہراتؓ) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا:-

یا رسول اللہ! عورتوں میں آپ سب سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں؟ ارشاد ہوا عائشہؓ کو۔ دریافت کیا گیا اور مردوں میں؟ فرمایا عائشہؓ کے والد ابوبکر صدیقؓ کو۔

(صحیح بخاری۔ کتاب فضائل اصحاب النبیؐ)

اور ارشاد فرمایا

کمل من الرجال کثیر ولم	مردوں میں تو بہت کامل گذرے

یکمل من النساء غیر مریم بنت عمران وآسیۃ امرأۃ فرعون وان فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔

لیکن مریم بنت عمران (حضرت عیسیٰؑ کی والدہ) اور آسیہ زوجۂ فرعون کے سوا عورتوں میں کوئی کامل نہ ہوئی ــــ مگر عائشہؓ کو اُن پر بھی ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید کو تمام کھانوں پر برتری حاصل ہے۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ اپنی 'لمعات' میں لکھتے ہیں:۔

> حضرت عائشہؓ کا ذکر ایک مستقل اور علیحدہ جملے میں اس لئے بیان فرمایا تاکہ حضرت آسیہ اور حضرت مریم پر بھی ان کی فضیلت ظاہر ہوجائے[1] (بحوالہ حاشیہ بخاری شریف مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ج۱ ص۵۳۲)

سیّدہ عائشہؓ کی فضیلت دُنیا کی تمام خواتین پر

اور علّامہ محمد طاہر پٹنی 'مجمع بحار الانوار' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

> حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ آسیہؓ مریم کے ساتھ نہیں بلکہ ایک خاص جملہ میں علیحدہ بیان فرمایا، تاکہ حضرت عائشہؓ کی خصوصیت ظاہر ہو اور ان کا وہ امتیاز

۱؎ ابرز الکلام فی صورۃ جملۃ مستقلۃ (وفضل عائشۃ علی النساء) للدلالۃ علی ثبوت فضل خاص من بینھما۔

اُبھر کر سامنے آجائے جس کی وجہ سے وہ دُنیا کی تمام خواتین میں منفرد اور ممتاز ترین مقام رکھتی ہیں۔ ثرید کے ساتھ اُنھیں تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام کھانوں پر فضیلت رکھتا ہے، کیوں کہ اس میں غذائیت بھی ہے اور لذّت بھی۔ قوّت بھی بخشتا ہے اور زود ہضم بھی ہے۔ اسی طرح عائشہ صدیقہؓ اخلاق کے بلند ترین درجہ پر بھی فائز ہیں اور انتہائی عاقل و دانشمند بھی ہیں، فصاحت و بلاغت میں بھی بے مثل ہیں اور حکمت و دانائی میں بھی۔

عقلمندوں کے لئے تو ان کی افضلیت کی یہی ایک دلیل کافی ہے کہ سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علوم وجواہر کو جتنا عائشہ صدیقہؓ نے اُمّت تک پہنچایا ہے، عورت تو عورت اتنا کسی مرد سے بھی نہیں ہوسکا[1] (بحوالہ حاشیہ صحیح بخاری ج۱ ص۴۸۴)

اس رسالہ کے شروع میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ آیتِ قرآنی یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ (اے نبیؐ کی گھروالیو! دُنیا کی کوئی عورت تمہاری ہم رتبہ وہمسر نہیں) کے مطابق حضورؐ کی ازواجِ مطہّراتؓ دُنیا کی باقی تمام خواتین

۱؎ لم یعطف عائشۃ علی آسیۃ بل افرد فی جملۃ مستقلۃ بینھما علی اختصاصھما بما امتازت بہ عن سائرین، ومثل بالثرید لانہ افضل طعام' لانہ مع اللحم جامع بین الغذاء واللذۃ والقوۃ وسھولۃ التناول وقلۃ المؤنۃ فی المضغ فیقیل بانھا اعطیت مع حسن الخلق وحلاوۃ النطق وفصاحۃ اللھجۃ ورزانۃ الرأی فھی تصلح للتبعل والتحدث، وحسبك انھا عقلت مالم یعقل غیرھا من النساء وروت مالم یرو مثلھا من الرجال۔

سے (جن میں رسولِ اکرمؐ کی صاحبزادیاں بھی شامل ہیں) افضل ہیں، مگر ان ازواجِ مطہراتؓ میں بھی سب سے افضل کون ہیں؟ اس کا جواب مندرجہ بالا احادیث فضیلت میں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک سیدہ عائشہؓ کا مقام خواتینِ عالم میں سب سے بلند و برتر ہے، اور ازل سے ابد تک ہونے والی تمام خواتین کی سردار و سربراہ سیدۂ کائنات حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ علامہ آمدی اپنی کتاب ابکار الافکار میں اور علامہ ابو الشکور سالمی تمہید میں رقمطراز ہیں کہ:۔

> مذہبِ اہلِ سنت یہ ہے کہ سیدہ عائشہؓ افضل نساء العالمین (تمام دنیا کی خواتین سے افضل و برتر) ہیں۔ (بحوالہ الاجابہ للزرکشی مطبوعہ بیروت سنہ ۱۹۷۰ء صـ ۶۳ و تمہید ابو الشکور سالمی مطبوعہ تعلیمی پریس لاہور سنہ ۱۳۰۹ھ صـ ۱۶۶)

مُلّا علی قاریؒ 'مرقات' میں تفصیلی بحث کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔

> راجح اور صحیح بات یہی ہے کہ اپنے علمی اور عملی کمالات کی جامعیت کی وجہ سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو دنیا کی تمام خواتین پر فضیلت حاصل ہے۔ ثرید سے تشبیہ دینے کی وجہ بھی یہی ہے کہ عربوں کے نزدیک چونکہ ثرید تمام قسم کے کھانوں سے افضل اور تمام غذاؤں میں بے مثل ہے اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ دنیا کی تمام خواتین میں بے نظیر ہیں[۱] (بحوالہ حاشیہ بخاری ج۱ صـ ۵۳۲)

[۱] والاظهر انها افضل من جميع النساء كما هو ظاهر الاطلاق من حيث الجامعية لكمالات العلمية والعملية المعبر عنها فى التشبيه بالثريد، وانما يضرب

حضرت عائشہؓ کی آنحضرتؐ سے محبت

جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ سب سے زیادہ محبوب تھیں (جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث بخاری سے ثابت ہے) اسی طرح حضرت عائشہؓ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی محبت تھی۔ عباس العقاد مصری لکھتا ہے:۔

> حضرت عائشہؓ کی محبت کی شان بالکل نرالی تھی۔ دوسری ازواجؓ بھی یقیناً دل و جان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کرتی تھیں لیکن جس حد تک حضرت عائشہؓ نے اپنے آپ کو حضورؐ سے وابستہ کر لیا تھا، اس کی نظیر دوسری بیویوں میں نہیں پائی جاتی تھی، اور جو روحانی اور جسمانی تعلق حضرت عائشہؓ کو حضورؐ کے ساتھ تھا، وہ ان کی نسبت دوسری بیویوں میں کم پایا جاتا تھا۔ وہ حضورؐ کی حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لیتی رہتی تھیں، اور حضورؐ کی باتوں کو نہ صرف شوق سے سنتی تھیں بلکہ ان کی جزئیات تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتی تھیں، چنانچہ اس امر کا اندازہ اس حدیث سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے ان سے پوچھا "حضورؐ کس طرح کلام فرمایا کرتے تھے؟" انہوں نے جواب دیا "حضورؐ تم لوگوں کی طرح باتیں نہ کیا کرتے تھے بلکہ اس طرح کلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص چاہتا تو بآسانی

(حاشیہ بقیہ گذشتہ صفحہ) المثل بالثريد لانه افضل طعام العرب، وانه مركب من الخبز واللحم والمرقة، ولا نظير لها فى الاغذية۔

حضورؐ کے کہے ہوئے الفاظ گن سکتا تھا۔"

——— ایک اور موقعہ پر جبکہ سخت گرمی کا موسم تھا اور رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بیٹھے اپنی جوتیوں کی مرمّت کر رہے تھے، آپؐ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ یہ دیکھکر حضرت عائشہؓ نے کہا "کاش عروہ (ایک مشہور شاعر کا نام) اِس حالت میں آپؐ کو دیکھتے۔ آپؐ ہو بہو ان اشعار کا مصداق ہیں:۔

فَلَوْ سَمِعُوْا فِیْ مِصْرَ اَوْصَافَ خَدِّہٖ
لَمَا بَذَلُوْا فِیْ سَوْمِ یُوْسُفَ مِنْ نَقْدٖ
لُوَّامُ زَلِیْخَا لَوْ رَاَیْنَ جَبِیْنَہٗ
لَاٰثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبَ عَلَی الْاَیْدِیْ

{اگر اہلِ مصر آپؐ کے حُسن کا شہرہ سُن لیتے تو یوسفؑ کی خریداری کے لئے کبھی اپنی پونجی خرچ نہ کرتے۔ اور اگر زلیخا کی سہیلیاں آپؐ کی منوّر پیشانی کا جلوہ دیکھ لیتیں تو ہاتھ کاٹنے کے بجائے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کو ترجیح دیتیں} (سوانح حضرت عائشہؓ مترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی، بُک لینڈ لاہور ص۱۰۴ و ۱۰۵)

اسی طرح ایک اور موقعہ پر ابو کبیر ہذلی کے یہ اشعار (جو اُس نے اپنے محبوب بیٹے کی تعریف میں کہے تھے) حضرت عائشہؓ نے آنحضرتؐ کو سُنائے:۔

وَمُبَرَّءٍ مِنْ کُلِّ غُبَّرِ بِنۃٍ ——— وَفَسَادِ مُرْضِعَۃٍ وَدَاءِ مُغِیْلِ
وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰی اَسِرَّۃِ وَجْہِہٖ ——— بَرَقَتْ کَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَہَلِّلِ

صدیقہؓ کی عظمت وجلالت قدر کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ "سیّدہ عائشہؓ رسُولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی محبوب ترین رفیقۂ حیات ہیں" (الاجابۃ للزرکشی ص۴۲) اور فرماتے "سیّدہ عائشہؓ آنحضرتؐ کی حرمِ محترم اور ہماری ماں ہیں، ان کی تعظیم وتوقیر ضروری ہے"۔ (خلفائے راشدینؓ، دار المصنّفین ص۲۴۷)

حضرت عائشہؓ کا حجرہ یعنی روضۃ النبیؐ

ایک دائمی شرف جو سیّدہ عائشہؓ کو حاصل ہے اور جس میں کوئی ان کا شریک وسہیم نہیں، یہ ہے کہ سرکارِ دو جہاں محبوبِ کبریا صلّی اللہ علیہ وسلّم قیامت تک کے لئے جس جگہ محوِ خواب ہیں، وہ آپ ہی کا حجرۂ مبارکہ ہے۔ یہ وہی جگہ ہے جس کے متعلق بزرگوں نے فرمایا ہے:۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

یعنی آسمان کے نیچے یہ وہ جگہ ہے جو عرشِ اعظم سے بھی افضل ہے۔ اور جو سب سے زیادہ ادب واحترام کا مقام ہے۔ یہ وہ مقدّس ومحترم دربار ہے کہ یہاں جنیدؒ و بایزیدؒ جیسے بڑے بڑے اولیاء کے ہوش وحواس بھی گم ہو جاتے ہیں۔

اور اردو کا ایک حقیقت شناس شاعر کہتا ہے:۔

یہ پاکیزہ گھر آئینہ ہے انوارِ نبوّت کا
حریمِ قُدس سے اُونچا ہے پایہ اِس کی عظمت کا

یہ وہ در ہے، جہاں خم ہیں جبینیں علم وعرفاں کی
اسے دیتی ہیں بوسے عظمتیں تاریخِ انساں کی

یہ کاشانہ بظاہر بے نیازِ زیب وزینت ہے
مگر سرتا بہ پا گنجینۂ ایمان وحکمت ہے

{ وہ اپنی ماں کے تمام عوارضِ شکم سے اور دودھ پلانے والی دایہ
کی تمام بیماریوں سے پاک ہے۔ اور جب تم اُس کے چہرے
کی لکیروں کو دیکھو تو وہ برستے بادل کی چمکیلی بجلیوں کی طرح
چمکتی ہوئی نظر آئیں }

یہ اشعار سُنا کر حضرت عائشہؓ نے عرض کی، یا رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) ان دونوں شعروں کے حقیقی مستحق تو آپؐ ہیں حضورؐ یہ سُن کر بہت مسرور ہوئے اور حضرت عائشہؓ کی پیشانی چوم لی۔

(مدارج السالکین مطبوعہ مصر ص ۲۷)

سیدۂ کائنات حضرت عائشہ صدّیقہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں یہ جو خصوصیت حاصل تھی، اُس کی وجہ سے مسلم خواتین آپؓ ہی کی وساطت سے آنحضرتؐ کو اپنی درخواستیں پیش کرتی تھیں (بخاری۔ باب شہادۃ القاذف اور باب الثیاب الخضر، حتیٰ کہ اگر خود بناتِ رسُولؐ کو بھی ضرورت پیش آتی تو وہ سیدۂ کائنات حضرت عائشہ صدّیقہؓ کے ذریعے ہی اُسے پُورا کرواتیں۔ چنانچہ بخاری میں حضرت فاطمہؓ کا یہ واقعہ موجود ہے کہ وہ اپنے گھر (یعنی اپنے شوہر حضرت علیؓ کے گھر) میں ہاتھ سے کام کرتے کرتے تھک گئی تھیں اس لئے ایک لونڈی کی درخواست کرنے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئیں مگر اتفاق سے باریابی نہ ہو سکی تو سیدہ عائشہ صدّیقہؓ کے ذریعے ہی اپنی یہ درخواست آنحضرتؐ تک پہنچوائی (بخاری، باب عمل المرأۃ فی بیت زوجہا نیز مسند طیالسی مسند علیؓ
یہی وجہ ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کے شوہر سیّدنا علیؓ، سیدۂ کائنات حضرت عائشہ

اسی میں رحمۃ للعالمینؐ رہتے تھے، رہتے ہیں
یہی حجرہ ہے جس کو گنبدِ خضرا بھی کہتے ہیں
یہیں سے ان کے ساتھی حضرت شیخینؓ اُٹھیں گے
اور ان کے دوست بوبکرؓ و عمرؓ بھی ساتھ اُٹھیں گے
وہی ساتھی کہ جن سے ارتقائے دینِ اکرم ہے
کہ اک صدّیقِ اکبرؓ ہیں تو اک فاروقِ اعظمؓ ہے
سلام بے نہایت ان مبارک آستانوں پر
فرشتے بھی ادب کرتے ہیں ان کا آسمانوں پر

وفات | اہلِ بیت رسُولؐ کا یہ سب سے روشن چراغ، پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک اپنی نورانی ضیا پاشیوں سے دُنیائے اسلام کو منوّر کر کے، ۱۷ رمضان المبارک ۵۷ھ میں خلیفۂ ششم امیر المؤمنین سیّدنا معاویہؓ کے دورِ حکومت میں گُل ہو گیا۔

آپؓ کی وفات پر تمام عالمِ اسلام میں قیامت برپا ہو گئی کہ حرمِ نبوت کی شمع تاباں بُجھ گئی تھی اور آلِ محمدؐ (ازواجِ مطہراتؓ) کی بزرگ ترین شخصیت کا سایہ ان کے سر سے اُٹھ گیا تھا۔

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہؓ وفات کی خبر سُن کر بے ساختہ پکار اُٹھیں کہ:۔

خدا ان پر رحمت بھیجے کہ اپنے والد حضرت ابوبکر صدّیق اکبرؓ کے علاوہ، وہ آنحضرتؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں (مسند طیالسی)

صَلَوٰاتُ اللہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہَا وَرَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا

چونکہ سیدۂ کائناتؓ کی خصوصیتِ کبریٰ ان کا معلّمۂ کتاب و حکمت ہونا ہے اس لئے ہم ان کا ایک ایسا ارشاد پیش کرتے ہیں جو سُورج کی سنہری کرنوں سے لکھے جانے کے قابل ہے اور اگر اُمّتِ مسلمہ اس پر توجہ دے اور خلوص سے عمل پیرا ہو تو دونوں جہان کی کامرانیاں اس کیلئے دیدہ و دل فرشِ راہ کر دیں۔

اُمّ المؤمنینؓ کا پیغام اپنے فرزندوں کے نام

ایمان وعملِ صالح کی بنیاد حُسنِ اخلاق (کیرکٹر کی عمدگی) ہی ہے، یا یوں کہیئے کہ ایمان کے شجرِ مقدّس کا یہی وہ پھل ہے جس سے یہ درخت پہچانا جاتا ہے، اسی لئے نبیِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا (ترمذی وغیرہ) — مسلمانوں میں کامل ایمان اُس شخص کا ہے جس کا اخلاق (کیرکٹر) سب سے اچھا ہے۔

حُسنِ اخلاق (بلندیٔ کیرکٹر) کی یہ تاکید اس لئے تھی کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاق (مؤطا، ومسند احمد وغیرہ)

میری بعثت اور میری نبوّت کی غرض ہی اخلاق (کیرکٹر) کا نشوونما اور اس کی تکمیل ہے۔

اسی لئے قرآن کریم نے آپؐ کی اس خصوصیتِ عظمیٰ کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا کہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (۶۸/۴) یقیناً آپؐ اخلاقِ انسانی کی بلندیوں پر ہیں۔

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن | یہ کیرکٹر کیا تھا؟ اس کے متعلق سیّدہ کائنات حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک چھوٹے سے فقرے میں تمام تفاصیل واطناب کو یوں سمیٹ کر رکھ دیا ہے جس طرح آنکھ کے تل میں آسمان مع اپنی تمام محفلِ ماہ وانجم کے جلوہ فگن ہو۔

حضرت سعد بن ہشام روایت کرتے ہیں کہ میں اُمّ المؤمنین حضرت

عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا اُمّ المؤمنین، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق وعادات کے متعلق ارشاد فرمایئے کیسے تھے؟ اس پر انہوں نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! فرمایا:۔

فَكَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن تو بس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی قرآن ہی کا پَرتو تھی (مشکوٰۃ)

یعنی اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید میں جن احکام کا حکم فرمایا ہے اور جن اخلاق وآداب کی تعلیم دی ہے وہ سب پُوری طرح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی میں موجود تھے۔

ھاں! حضورؐ کا کیرکٹر کیا تھا؟ ——— قرآن

کیونکہ قرآن حروف ونقوش کی صورت میں شرفِ انسانیت کی انتہائی بلندیوں کا ترجمان ہے اور سیرت محمدیہؐ ان ہی بلندیوں کا چلتا پھرتا پیکر ہے ۱؎

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسؔ، وہی طٰہٰ

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو سیّدۂ کائنات اُمّ المؤمنین صلوات اللہ علیہا کے اس ارشاد کی طرف متوجّہ ہوکر قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(۳) اُمّ المؤمنین سیّدہ حفصہؓ

آپ مُرادِ رسولؐ، خلیفۂ دوم گنبدِ خضرا کے تیسرے مکین، امیر المؤمنین

۱؎ معراجِ انسانیت

سیّدنا فاروق اعظمؓ کی صاحبزادی ہیں۔ جب آپ کے شوہر حضرت خنیسؓ نے ج
میں شہادت پائی تو ۳ھ میں آنحضرتؐ نے آپؓ کو اپنی کفالت میں لے لیا
سیدہ حفصہؓ بھی سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کی طرح غیر معمولی قابلیت و ذہانت
والی خاتون تھیں۔ معلّمِ اعظمؐ سے کتاب و حکمت کا درس لے کر ہمیشہ اس کی نش
اشاعت میں سرگرم رہیں۔ جناب نیاز فتحپوری اپنی کتاب "صحابیات" میں ک
ہیں :-

"حضرتِ حفصہؓ بہت سمجھدار خاتون تھیں، ان کو تعلیم و تفہیم کا بڑا شوق تھا..... (بہت سی صحابیہؓ و تابعی خواتین) ان کے دائرۂ تلامذہ میں داخل ہیں"۔ (صحابیاتؓ ص ۶۸)

حضرت حفصہؓ کی خدمتِ قرآنی

احادیث میں آتا ہے کہ ازواجِ مطہراتؓ میں سیّدہ حفص
سب سے زیادہ فن کتابت کی ماہر تھیں۔ اس زمانہ می
پریس تو تھا نہیں اس لئے جو شخص بھی قرآن مجید کی نشر و اشاعت میں حص
لینا چاہتا اس کے لئے فنِ کتابت میں مہارت بنیادی چیز تھی۔ اسی ضرورت ک
پیشِ نظر سیّدہ حفصہؓ نے حضرت شفاءؓ بنتِ عبداللہ سے فنِ کتابت کی تعل
حاصل کی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرّت کا اظہار فرمایا (ابو دا
کتاب الادب، مستدرک حاکم جلد چہارم) پھر اس صلاحیت کے ذریعے حضرت حف
نے قرآن مجید کی کتابت و اشاعت میں پوری سرگرمی سے حصّہ لیا۔ یہی وجہ ہ
کہ دامادِ رسولؐ ذی النورین حضرت عثمانؓ نے جب اپنے دورِ خلافت میں ع
کو سرکاری خرچ پر قرآن مجید مہیا کرنے شروع کئے تو اُس وقت بھی جس نسخ

قرآن کو بطور نمونہ سامنے رکھا گیا وہ سیّدہ حفصہؓ ہی کے ہاں سے منگایا گیا تھا، ______ سیّدہ حفصہؓ کی یہ وہ خصوصیت ہے جس میں وہ دوسری ازواجِ مطہراتؓ سے بھی ممتاز ہیں اور بنتِ فاروقِ اعظمؓ اس مقام پر منفرد اور نمایاں ہیں۔

وفات | سیّدہ حفصہؓ نے بھی امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ سنِ وفات بقول بعض ۴۵ھ اور بقول دوسروں کے ۵۴ھ تھا۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا

④ اُمّ المؤمنین سیّدہ اُمِّ حبیبہؓ

آپ مجاہدِ اسلام سیّدنا ابوسفیانؓ اموی کی صاحبزادی اور کاتبِ وحی امیر المؤمنین سیّدنا امیر معاویہؓ کی بڑی بہن ہیں۔

اپنے والد حضرت ابوسفیانؓ اور سوتیلی والدہ حضرت ہندؓ کے اسلام لانے سے بہت پہلے آپؓ ایمان لے آئی تھیں، اس لئے آپ کا شمار السابقون الاوّلون میں ہے۔ آپؓ نے اسلام کی خاطر بڑی تکالیف برداشت کیں، اور جب قریش کی سختیاں زیادہ بڑھ گئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دامادِ رسولؐ سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئیں۔ وہاں جب اُن کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو سیّدہؓ تنہا رہ گئیں، یہ دیکھکر اور سیّدہ کی ایمانی قوّت و استقامت اور باوجود عرب کی شہزادی ہونے کے (کیونکہ ان کے والد سیّدنا ابوسفیانؓ سردارِ قریش تھے) اسلام کی خاطر ان کی ہجرت و قربانی سے متاثر ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ حبشہ نجاشی کی وساطت سے

سنہ ۶ھ میں آپ کو پیغامِ نکاح دیا اور انھیں مدینہ منوّرہ (جہاں آپؐ ہجرت فرما چکے تھے) بلوالیا۔

اس نکاح پر ابوسفیان کی مسرت روایات میں ہے کہ جب ابوسفیان کو (جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے) اس نکاح کی اطلاع ملی تو اس پر انہوں نے اظہارِ مسرّت کیا اور کہا:۔

"یہ (یعنی حضور اکرمؐ) وہ جواں مرد ہے جسے شکست نہیں دی جا سکتی۔" (مستدرک حاکم جلد چہارم، طبقات ابن سعد (اردو) حصہ ہشتم، صالحات وصحابیات ص۱۳۲)

ابوسفیان کا استقبال یہی وجہ ہے کہ جب اس واقعہ کے بعد وہ اپنی صاحبزادی سیدہ اُمِ حبیبہؓ سے ملنے مدینہ منوّرہ آئے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُنہیں خوش آمدید کہا اور پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ (اصابہ فی تمیز الصحابہؓ ج۴)

ابوسفیان کا قبولِ اسلام اب چونکہ سردارِ قریش ابوسفیان کی رسُول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے رشتہ داری ہوگئی تھی اس لئے مسلمانوں اور قریش کی مخالفت رفتہ رفتہ دھیمی پڑتی چلی گئی ــــ آخر ایک وقت وہ بھی آیا جب ابوسفیان بجائے سردارِ قریش کے مسلمانوں کے راہنما ہوگئے اور صحابی ہونے کی وجہ سے تمام مسلمانوں کے بزرگ اور محترم بن گئے اور انہوں نے وہ عظمت وبلندی حاصل کی کہ فتحِ مکہ کے موقع پر رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اعلان فرمایا کہ:۔

"خدا کے گھر خانۂ کعبہ کی طرح جو شخص حضرت ابوسُفیانؓ کے مکان میں داخل ہوگیا وہ بھی امن وامان پا جائے گا۔" (صحیح مسلم

کتاب الجہاد، باب فتح مکہ۔ سیر الصحابہؓ جلد ہفتم ص۳۰۵)

اس کے بعد اُنہوں نے باوجود بڑھاپے کے اسلام کی خدمت میں انتہائی سرگرمی سے حصہ لیا اور اللہ کی راہ میں وہ شجاعت واستقامت دکھائی کہ ابد تک دوست اور دشمن اس کا اعتراف کرتے رہیں گے۔ (اصابہ جلد دوم ص۱۷۳ سیر الصحابہؓ جلد ہفتم ص۳۰۷)

سیّدہؓ کی برکت سے ہم پاکستانیوں کی اسلام سے وابستگی اس طرح اس نکاح کی وجہ سے سیدہ اُمِ حبیبہؓ کے جو عزیز واقارب مسلمان ہوئے بعد میں وہ اسلام کے سب سے عظیم اور انتہائی جانباز خادم ثابت ہوئے اور ستّر سال سے زیادہ عرصہ تک بحر وبر اور دشت وجبل میں اللہ کی کبریائی اور اسلام کی سربلندی کا نعرہ لگاتے رہے ؎

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

یہی وہ عظیم ہیرو ہیں جن کے کارناموں پر فخر کرتے ہوئے علامہ اقبال نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا تھا:۔

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں — خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں
دِیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں — کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو؟ — کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟

کون سی قوم فقط تیری طلبگار ہوئی؟ اور تیرے لئے زحمت کشِ پیکار ہوئی؟
کس کی شمشیر جہانگیر و جہاندار ہوئی؟ کس کی تکبیر سے دُنیا تری بیدار ہوئی؟
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
مُنہ کے بل گر کے ھُوَ اللہُ اَحَد کہتے تھے

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

اور

محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے
کوہ میں دشت میں لیکر ترا پیغام پھرے اور معلوم ہے تجھ کو کبھی نا کام پھرے؟
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

(بانگِ درا۔ شکوہ)

غرض یہی وہ ہیں جن کی وجہ سے ساری دُنیا میں اسلام پھیلا اور تمام برّاعظموں پر قرآن کا پھریرا لہرانے لگا۔ ہم مسلمانانِ پاکستان پر تو ان کا خاص احسان ہے کہ انہی کی برکت سے ہم نورِ اسلام سے رُوشناس اور سعادتِ ایمان سے فیض یاب ہوئے، کیونکہ حضرت محمّد بن قاسمؒ انہی سیدہ اُمّ حبیبہؓ کے رشتہ دار اُموی خلفاء کی طرف سے یہاں حق کا نعرہ بلند کرنے اور اسلام پھیلانے کیلئے تشریف لائے تھے۔

بہرحال یہ نکاح بہت مُبارک اور انتہائی نتیجہ خیز ثابت ہوا، تاریخِ اسلام

...ں کی گواہ اور کتبِ احادیث اس کی شاہد عادل ہیں۔

وفات | زندگی کی ۷۳ بہاریں دیکھکر اس بابرکت خاتون نے جو سردارِ عرب کی بیٹی اور سردارِ دوجہاںؐ کی اہلِ بیت تھیں ۴۴ھ میں اپنے بھائی خلیفۂ ششم سیدنا معاویہؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عنہا۔

⑤ **اُمّ المؤمنین سیدہ سودہؓ** | ہجرت سے تین سال قبل رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں آئیں اور ۱۹ھ میں رحلت فرما گئیں۔

⑥ **اُمّ المؤمنین سیدہ زینبؓ** | بنت خزیمہ ۳ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ سایہ آئیں اور چند ماہ بعد اسی سن میں وفات پا گئیں۔

⑦ **اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ سلمہؓ** | ۴ھ میں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلِّ عاطفت میں پہنچیں اور ۵۹ھ میں بعمر ۸۴ سال مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئیں۔

⑧ **اُمّ المؤمنین سیدہ زینبؓ** | بنتِ جحش، ۵ھ میں کاشانۂ نبویؐ میں رونق افروز ہوئیں اور ۲۰ھ میں دارِ آخرت کی طرف روانہ ہوگئیں۔

⑨ **اُمّ المؤمنین سیدہ جویریہؓ** | ۵ھ میں بیتِ رسُولؐ میں داخل ہوئیں اور ۵۶ھ میں انتقال فرما گئیں۔

⑩ **اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہؓ** | ۷ھ میں دامنِ نبویؐ سے منسلک ہوئیں اور رمضان ۵۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں۔

⑪ **اُمّ المؤمنین سیدہ میمونہؓ** | آپنے ۷ھ میں اہلِ بیتِ رسولؐ ہونے کا شرف حاصل کیا اور ۵۱ھ میں رفعت بخش علیین ہوئیں۔

(۱۲) اُمّ المؤمنین سیّدہ ماریہ قبطیہؓ

تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ایک زوجہ سیدہ ہاجرہ مصر کے شاہی خاندان کی خاتون تھیں، اس قدیم تاریخی تعلق کی تجدید اور استحکام کے لئے مقوقس شاہِ مصر نے اپنے شاہی خاندان کی ایک فرد سیدہ ماریہؓ کو اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جس طرح سید ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں اس دور کے شاہِ مصر نے سیدہ ہاجرہ کو پیش کیا تھا (سیرۃ ابن کثیر مطبوعہ مصر جلد چہارم ص۶۰۳) اور یوں سیدہ ماریہؓ آنحضرتؐ کی ازواج مطہراتؓ میں شامل ہو کر اُمّ المؤمنین کے خطاب کی مستحق ہوگئیں [1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے صاحبزادے

سیدہ ماریہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے تھے جن کا نام حضورؐ نے اسی تاریخی یاد دہانی کے لئے ابراھیم رکھا تھا مگر وہ بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آخری وقت میں اُن کو دیکھا تو وہ سانس چھوڑ رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو گود میں اُٹھایا اور فرمایا:۔

یا ابراھیم لا نغنی عنك من اللہ شیئا۔	بیٹے ابراہیم! حکمِ الٰہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آسکتے ہیں۔

---

[1] مستدرک حاکم جلد چہارم ص۳۸ پر ہے "ثم تزوج رسول اللہ ماریۃ بنت شمعون وھی التی اھداھا الی رسول اللہ ﷺ المقوقس صاحب الاسکندریۃ" نیز دیکھئے احمد بن یعقوب بن واضح کی تاریخ یعقوبی، ذکر ازواجِ مطہراتؓ۔ صحیح مسلم کتاب التوبہ کے آخری باب میں آنحضرتؐ نے ان کے لئے بھی اہلیتی (گھروالی) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

غم اور ماتم کا صحیح طریقہ

پھر ارشاد فرمایا:۔

ان العین لتدمع وان القلب لیحزن وانا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون، ولا نقول ما یسخط الرب ؎	آنکھوں میں آنسو ہیں، دل میں غم ہے اور اے ابراہیم تیرے فراق کا ہمیں سخت رنج ہے مگر ہم کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جو ہمارے رب کو ناپسند ہو۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری)

وفات

سیدہ ماریہؓ نے امیرالمؤمنین عمر فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں ۱۵ھ میں وفات پائی اور اپنے محترم آقا سے جا ملیں۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا۔

یہ تھیں وہ اہلِ بیتِ رسولؐ (ازواج مطہراتؓ) جو بحکم قرآن (وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ) اُمّتِ مسلمہ کی مائیں ہیں۔

______ جن کا ادب و احترام فرض

______ جن کے ارشادات کی تعمیل لازم

______ اور جن سے حُسنِ سلوک واجب ہے

اور

______ ان کی شان میں گستاخی کفر

______ ان کے احکام وارشادات کی نافرمانی معصیت

______ اور ان سے بے رُخی اور بے توجہی جرمِ عظیم ہے

اگر جنّت حاصل کرنی ہے تو اس کا آسان ترین طریقہ ان کی کفش برداری ہے کہ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ (جنّت ماں کے قدموں تلے ہوتی ہے)

آئیے ، ہم اپنی عظیم ماؤں کی وصیّت و نصیحت کو جو قرآن مجید کی صورت میں آج بھی موجود ہے اور ان کے اوّلین فرزندوں (صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے حالات کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں اور یوں اپنی مقدّس اور عظیم ماؤں کی برکت سے دُنیا و آخرت میں اپنے لئے سامانِ جنّت مہیا کریں۔

ضمیمہ

رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین

والدِ محترم:۔ جناب عبدُاللہ	والدہ محترمہ: جنابِ آمنہ

رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوازدہ اہلِ بیت مطہراتؓ

اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجہ رضؓ	۲۔ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ بنت صدیق اکبرؓ
اُمّ المؤمنین سیدہ حفصہؓ بنت فاروق اعظمؓ	۴۔ اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ
اُمّ المؤمنین سیدہ سودہؓ	۶۔ اُمّ المؤمنین سیدہ زینبؓ (اُمّ المساکین)
اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ سلمہؓ	۸۔ اُمّ المؤمنین سیدہ زینبؓ (بنت جحش)
اُمّ المؤمنین سیدہ جویریہؓ	۱۰۔ اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہؓ
اُمّ المؤمنین سیدہ میمونہؓ	۱۲۔ اُمّ المؤمنین سیدہ ماریہؓ قبطیہ

اولادِ رسُولؐ

صاحبزادے	صاحبزادیاں
حضرت قاسم (بچپن میں وفات پائی)	۱۔ سیدہ زینبؓ اہلِ بیت ابوالعاصؓ اُموی
حضرت عبداللہ ״	۲۔ سیدہ رقیہؓ اہلِ بیت عثمان غنیؓ اُموی
حضرت طیب (طاہر) ״	۳۔ سیدہ فاطمہؓ اہلِ بیت علیؓ ہاشمی
حضرت ابراہیم ״	۴۔ سیدہ اُمّ کلثومؓ اہلِ بیت عثمان غنیؓ اُموی

رسُول اللہؐ کے نواسے	رسُول اللہؐ کی نواسیاں
حضرت علیؓ زینبی بن حضرت ابوالعاصؓ اُموی	۱۔ حضرت اُمامہؓ بنت حضرت ابوالعاصؓ اُموی
حضرت عبداللہؓ بن حضرت عثمان غنیؓ اُموی	۲۔ حضرت اُمّ کلثومؓ بنت حضرت علیؓ ہاشمی
حضرت حسنؓ بن حضرت علیؓ ہاشمی	۳۔ حضرت زینبؓ بنت ״ ״
حضرت حسینؓ بن ״ ״	۴۔ حضرت رقیہؓ بنت ״ ״

رسُول اللہؐ کے سرپرست

جناب عبدالمطلب (حضورؐ کے دادا)	۲۔ جناب زبیر بن عبدالمطلب (حضورؐ کے بڑے چچا)

رسُول اللہؐ کے مسلمان چچا

اسداللہ (شیرِ خدا) و سیدالشہداء (شہیدِ اعظم) حضرت امیر حمزہؓ	۲۔ محافظِ رسُولؐ ، ابوالخلفاء حضرت عباسؓ

رسولُ اللہ ﷺ کے صحابی خسر

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ
۲۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ
۳۔ حضرت ابوسفیانؓ اُموی

رسولُ اللہ ﷺ کے داماد

۱۔ حضرت ابوالعاصؓ اُموی
۲۔ حضرت عثمانؓ ذی النورین اُموی
۳۔ حضرت علیؓ ہاشمی

صحابی خلفائے راشدین ص۴۵

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ
۲۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ
۳۔ حضرت عثمان غنی رضؓ اموی
۴۔ حضرت علیؓ ہاشمی
۵۔ حضرت حسنؓ ہاشمی
۶۔ حضرت امیر معاویہؓ اُموی

عشرۂ مبشرہ ص۳۷

۱۔ جانشینِ رسولؐ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ
۲۔ مُرادِ رسولؐ حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ
۳۔ ذی النورین حضرت عثمانؓ غنی اُموی
۴۔ ابوتراب حضرت علیؓ ہاشمی
۵۔ حواری رسولؐ حضرت زبیرؓ
۶۔ حضرت طلحہؓ الخیر
۷۔ امین الامت ابوعبیدہ بن الجراح رضؓ
۸۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف
۹۔ فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاصؓ
۱۰۔ حضرت سعیدؓ بن زید (حضرت عمرؓ کے بہنوئی)

متفرق حضرات

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی)
حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ
حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ
حضرت ہندہؓ (حضرت معاویہؓ کی والدہ)

حضرت ابوایوبؓ انصاری (میزبانِ رسولؐ، مدینہ منورہ میں سب سے پہلے جن کے ہاں حضورؐ نے قیام فرمایا)
حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ
امیر یزید بن معاویہؓ
حضرت اُمِ ہانی رضؓ (حضرت علیؓ کی بہن)

رسولُ اللہ ﷺ کے غیر مسلم چچا

۱۔ عبدمناف (ابوطالب)
۲۔ عبدالعزیٰ (ابولہب)

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ بیتِ رسولؐ (ازواجِ مطہراتؓ) کا شجرۂ نسب

رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اوّلین رفیقۂ حیات سیّدہ خدیجہؓ اور اُن تین اہلِ بیت کا، جو مجاہد صحابہؓ کی بیٹیاں ہیں، شجرۂ نسب پیشِ خدمت ہے۔ جس سے بیک نظر معلوم ہو جائے گا کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ان ازواجِ مطہراتؓ کا کتنا قریبی خاندانی تعلّق ہے (از رحمۃ للعالمین جلد دوم مؤلفہ قاضی سلیمان منصور پوری)

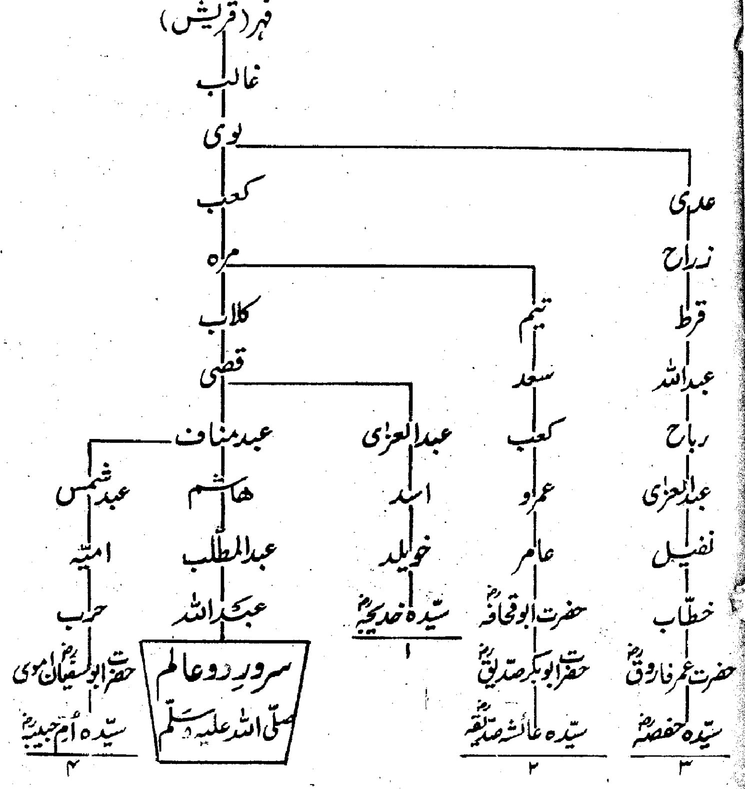

دوازدہ ۱۲ مطہراتؓ

خاتم المعصومین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوازدہ ۱۲ اہل بیت مطہرات کا مختصر تذکرہ اس رسالہ میں

نام زوجۂ مطہرہ	سال نکاح	سال وفات
۱۔ اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا	۲۸ سال قبل ہجرت	۳ سال قبل ہجرت
۲۔ اُمّ المؤمنین سیدہ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، بنت جانشین رسولؐ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۳ سال قبل ہجرت	۱۷ رمضان ۵۷ھ
۳۔ اُمّ المؤمنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا	۳ سال قبل ہجرت	سنہ ۱۹ھ
۴۔ اُمّ المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت مراد رسولؐ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	سنہ ۳ھ	سنہ ۴۵ھ یا ۵۴ھ
۵۔ اُمّ المؤمنین سیدہ زینب (بنت خزیمہ) رضی اللہ عنہا	سنہ ۳ھ	اسی سال چند ماہ بعد وفات
۶۔ اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا	سنہ ۴ھ	سنہ ۵۹ھ
۷۔ اُمّ المؤمنین سیدہ زینب (بنت جحش) رضی اللہ عنہا	سنہ ۵ھ	سنہ ۲۰ھ
۸۔ اُمّ المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا	سنہ ۵ھ	سنہ ۵۶ھ
۹۔ اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت مجاہد اسلام سیدنا ابوسفیان اموی رضی اللہ عنہ	سنہ ۶ھ	سنہ ۴۴ھ
۱۰۔ اُمّ المؤمنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا	سنہ ۷ھ	سنہ ۵۰ھ
۱۱۔ اُمّ المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا	سنہ ۷ھ	سنہ ۶۱ھ
۱۲۔ اُمّ المؤمنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بنت شمعون		سنہ ۱۵ھ

ایک ضروری وضاحت

اس کتاب میں جہاں جہاں لفظ خدا آیا ہے وہاں اللہ پڑھا جائے لفظ خدا "اللہ" کی پوری نمائندگی نہیں کرتا کیونکہ یہ غیر اللہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے خداوند نعمت بادشاہوں کے لئے، خدائے سخن ادیب اور شعراء کے لئے، خدائے صفائی سڑکوں کی صفائی سے متعلق عملہ کے لئے وغیرہ وغیرہ۔ خدا کی جمع بھی آتی ہے جبکہ اللہ کی کوئی جمع نہیں۔ خدا فارسی زبان کا لفظ ہے جو ہر بڑے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے بعض مذاہب میں دو خداؤں کا تصور ہے۔ نیکی کے خدا کو خدائے یزدان اور بدی کے خدا کو خدائے اہرمن کہا جاتا ہے جبکہ اللہ ایک ذات کے لئے مخصوص ہے نہ اس کی جمع ہوتی ہے اور نہ یہ غیر اللہ کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ لفظ اللہ سے اس کی وحدانیت کا صحیح تصور پیدا ہوتا ہے۔ عظمت، بزرگی اور کبریائی لفظ اللہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ خدا سے نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے لئے یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ اللہ کے لئے لفظ خدا کا استعمال اس کی صریح توہین ہے اس سے اللہ کا ایک ہونا ثابت نہیں ہوتا اور شرک لازم آتا ہے اللہ ہمیں اس شر سے محفوظ رکھے اور توفیق دے کہ ہم آئندہ "خدا" کی بجائے اللہ کا استعمال اپنے اوپر لازم کر لیں۔ آمین

(ادارہ)

عالمِ برزخ ـــــ کیا ہے؟

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ، اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ: اِنَّمَا مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى يَهُودِيَّةٍ يَبْكِي عَلَيْهَا اَهْلُهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُونَ عَلَيْهَا وَ اِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِي قَبْرِهَا۔ (ص۱۷۲ کتاب الجنائز۔ پ۵)

عبداللہ بن یوسف، مالک، عبداللہ بن ابی بکر، ابوبکر، عمرۃ بنت عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں۔ عمرہ نے کہا کہ حضرت عائشہ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی عورت کے پاس سے گذرے کہ اس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں اور اس عورت کو قبر (برزخ) میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (المؤمنون)

ترجمہ:۔ اور ان کے پیچھے پردہ ہے، اس دن تک کہ اٹھائیں جائیں (تفسیر عثمانی) یعنی ابھی کیا دیکھا ہے موت ہی سے اسقدر گھبرا گیا۔ آگے اسکے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ میں ہو جاتا اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی، ہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے جس کا مزا قیامت تک چکھتا رہے گا۔

اس عالم برزخ کی مزید وضاحت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے یوں فرمائی ہے "اصل میں لفظ قبر استعارۃ ہے عالم برزخ کیلئے چونکہ عظیم تعداد وایسے ہی لوگوں کی ہے جو بعد مرگ دفن کئے جاتے ہیں اور انکی ایک قبر وجود میں آتی ہے۔ مزید یہ کہ عرب لاش کو DISPOSE OFF (دفن) کرنے کے اسی طریقہ سے واقف تھے لہٰذا لفظ قبر ہی احادیث میں استعمال ہوا لیکن اس سے مراد ہے عالم برزخ۔ یہ عالم اس ہماری دنیا اور آخرت کا درمیانی وصہ ہے، اس عالم برزخ کو استعارۃ "قبر سے تعبیر کیا گیا ہے، چاہے کوئی شخص سمندر میں غرق ہو کر مرا ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ کسی مچھلی کا پیٹ اسکی قبر بن گئی ہو۔ خواہ کسی کی لاش کو جلا دیا جائے یا وہ حادثہ کے طور پر جل کر مر جائے اور اسکی راکھ پانی میں بہا دی جائے یا ہوا میں اڑا دی جائے تو ان تمام شکلوں سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ عالم برزخ میں تو انکی ارواح کو جانا ہی جانا ہے اور جس عذاب کو ہم عذاب قبر سے تعبیر کرتے ہیں وہ درحقیقت عالم برزخ کا عذاب ہے۔" (مطبوعہ "میثاق" ماہنامہ۔ بابت ماہ جنوری ۱۹۸۴ء۔ لاہور)

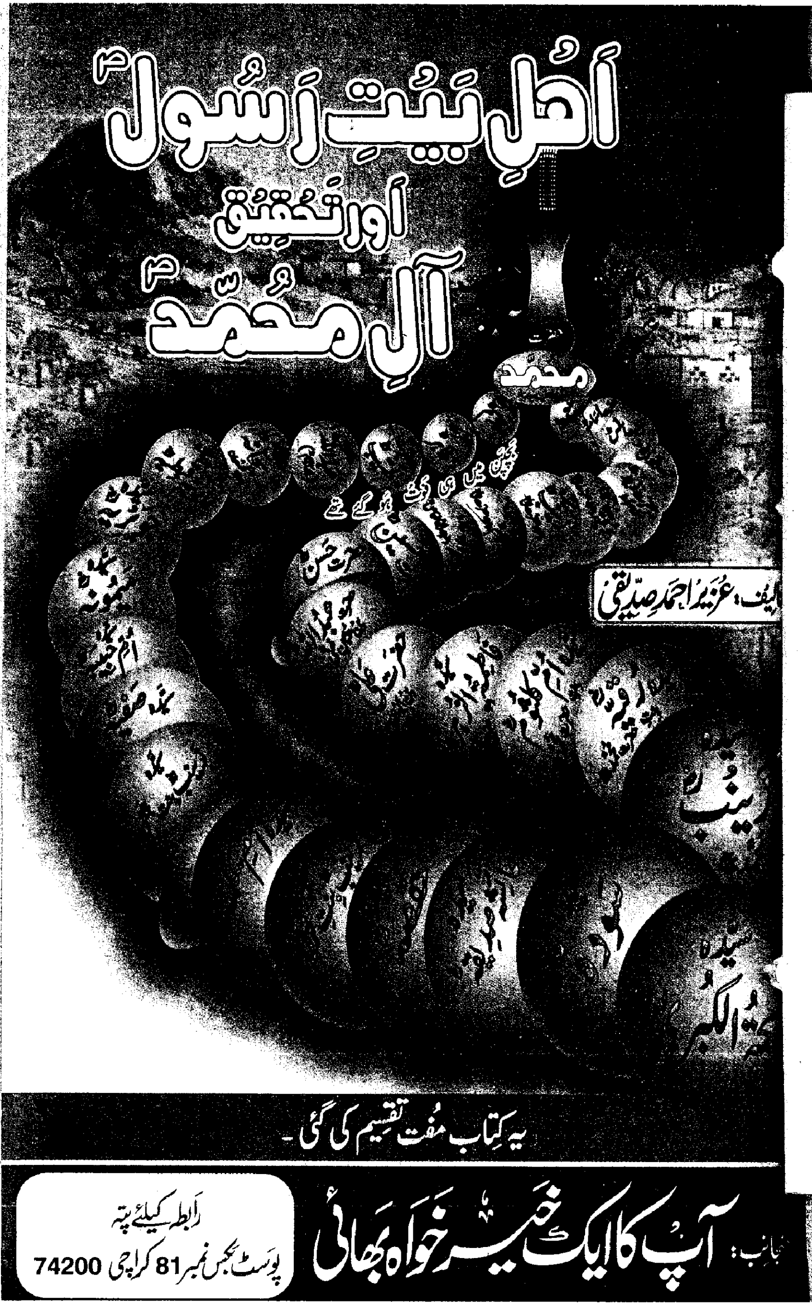
اھلِ بیتِ رسولؐ
اور تحقیق
آلِ محمدؐ
محمد
تالیف، عزیز احمد صدیقی
یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی۔
منجانب: آپ کا ایک خیر خواہ بھائی
رابطہ کیلئے پتہ
پوسٹ بکس نمبر 81 کراچی 74200

[illegible]

74600 ... 621...

یَوْمُ الْحِسَابُ

یَعنی قِیامت کے دِن جزاء و سزا کا فیصلہ ہوگا

مُحتاجِ دُعاء

میری وَالِدہ مَاجِدہ

ذَکیہ اِقبَال (مَرحُومہ)

زوجہ شیخ علاؤالدّین

اَور میرے بھائی

سُہیل اَکبر شیخ مرحُوم و مَغفُور کی

اللہ رَبُّ العَالمین مَغفِرت فرمَائے اَور اَپنے

جوارِ رحمت میں اعلیٰ و ارفع مُقام عطا فرمَائے۔

(آمین ثُمَّ آمین)

اَحسَن عبَّاس

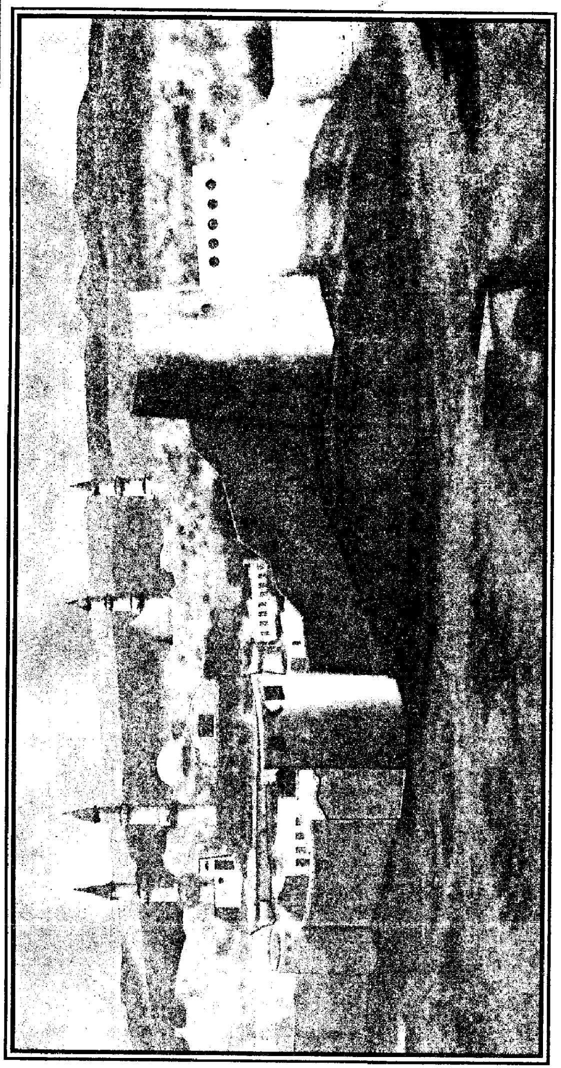

خلافتِ عثمانیہ دور کے مدینہ کی ایک نادر تصویر جب کہ مسجدِ نبوی بھی نمایاں نظر آرہی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحمدہٖ تعالےٰ

کہتا ہوں وُہی بات سمجھتا ہوں جِسے حق
نَے ابلہء مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مُجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخُوش
مَیں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

(اقبالؒ)

اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور تحقیقِ

آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عُزیز احمد صدّیقی

منجانب
آپ کا ایک خیر خواہ بھائی
رابطہ کیلئے پتہ: پوسٹ بکس نمبر 81 کراچی نمبر 74200
یہ کتاب مفت تقسیم کی گئی

نام کتاب .... اہلِ بیتِ رسولؐ اور تحقیق آلِ محمدؐ

تالیف .... عزیز احمد صدیقی

اشاعتِ اوّل 1993ء

تعداد 1000

اشاعتِ ثانی 2001ء

ناشر

مکتبہ جاء الحق کراچی نمبر ۱۸

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	اہلِ بیتِ رسولؐ	٦	١٧	علی اللہ ہے (نعوذ باللہ)	٣٨
٢	تعارفِ مؤلّف	٨	١٨	علی ولی ہے	٣٨
٣	اہلِ بیت یا پنج تن؟	٩	١٩	پہلا اسلامیہ کالج	٣٩
۴	نفاق کی جڑ	١٣	٢٠	زنانہ کالج	۴٠
۵	اہلِ بیتِ علیؓ	١٦	٢١	حکومتِ اسلامیہ کا قیام	۴٢
٦	بچپن کے اہلِ بیت	١٧	٢٢	جنگِ اُحد	۴۴
٧	آپؐ کی تربیّت	١٩	٢٣	جنگِ خندق	۴۵
٨	جوانی کے اہلِ بیت	٢٠	٢۴	نئی حکمتِ عملی	۴٨
٩	آلِ محمّدؐ	٢٢	٢۵	صُلح حُدیبیہ	۵٠
١٠	آپؐ کا ذریعۂ معاش	٢۵	٢٦	فتح خیبر	۵١
١١	اہم ذمّہ داری	٢٧	٢٧	فتح مکّہ	۵٢
١٢	کام کی اہمیّت	٢٩	٢٨	منزلِ مُراد	۵۴
١٣	آزمائش کا زمانہ	٣١	٢٩	آخری خُطبہ	۵۵
١۴	عقدِ ثانی	٣٣	٣٠	سندِ خدمت	۵٨
١۵	ہجرت	٣۴	٣١	بازگشت	٦٠
١٦	جنگِ بدر	٣٦			

اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دادا	والد	والدہ
حضرت عبدالمطلب	حضرت عبداللہ	حضرت آمنہ

۹ : چچا تایا

حارث — زبیر — عبدِ مناف — عبدالعزیٰ — حجل — مقوم — زرار — عباسؓ — حمزہؓ

۶ : پھوپھیاں

اروی — بیضا — عاتکہ — برّۃ — امیمہ — صفیہؓ

۴ : بیٹے

قاسمؓ — طاہرؓ — طیبؓ — عبداللہؓ (ابراہیمؓ)

(یہ سب کمسن فوت ہوئے)

۴ : بیٹیاں

سیدہ زینبؓ — سیدہ رقیہؓ — سیدہ امِ کلثومؓ — سیدہ فاطمہؓ

۳ : داماد

حضرت ابوالعاصؓ — حضرت عثمانؓ — حضرت علیؓ

۴ : نواسے

حضرت علیؓ — حضرت عبداللہؓ ◉ — حضرت حسنؓ — حضرت حسینؓ

۴ : نواسیاں

سیدہ امامہؓ — سیدہ امِ کلثومؓ — سیدہ زینبؓ — سیدہ رقیہؓ

اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳ : ازواجِ مطہرات

سیدہ خدیجہؓ — سیدہ سوداؓ — سیدہ عائشہؓ — سیدہ حفصہؓ
سیدہ زینبؓ — سیدہ امِ سلمہؓ — سیدہ زینبؓ بنتِ جحش — سیدہ صفیہؓ — سیدہ امِ حبیبہؓ
سیدہ میمونہؓ — سیدہ جویریہؓ — سیدہ ماریہ قبطیہؓ — سیدہ ریحانہؓ

۵ : خدام و موالی

زیدؓ بن حارثہ — ابورافعؓ — انسؓ — اسامہؓ — سلمان فارسیؓ

اہم افرادِ خاندان

زبیر: طاہر — عبداللہؓ
عبدِ مناف: طالب — عقیل — جعفرؓ — علیؓ
عبدالعزیٰ: عتبہ — عتیبہ

عبداللہؓ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عباسؓ: جدِ عباسیہ
حمزہؓ: ایک لڑکی

اِن ۳۵-۴۰ ذواتِ مقدسہ میں سے صرف پانچ کو اہلِ بیت کہنا

سبائیت ہے یا مجوسیت؟

خود سوچیے!

آپ کی تمام اولاد قبلِ نبوت پیدا ہوئی۔ سوائے ابراہیمؓ کے۔

◉ عبداللہ بن عثمانؓ نے ۷۵ سال کی عمر پائی۔ اُن کی اولاد کشمیر، پنجاب، یوپی اور افریقہ میں آباد ہے۔ ہماری تاریخ نے اُن کو سکینہ کی طرح ۷ سال میں مار ڈالا۔

تعارفِ مؤلّف

عُزیز احمد صدّیقی مرحوم گزشتہ ۴۰ سال سے اِسلامیات پر تحقیقی مواد فراہم کر رہے تھے۔ اِسلام پر عجمی اثرات کی نشان دہی اُن کا نصب العین تھا۔ یُو پی کے مشائخانہ ماحول میں 1919ء میں پیدا ہوئے۔ اِبتدائی عربی و فارسی تعلیم خاندانی روایات کے مطابق گھر پر ہوئی۔ والدین کی خواہش تھی کہ عالمِ دین بنیں اور دیوبند سے فارغ التحصیل ہوں۔ مگر اُن کو کسبِ معاش کے لئے شعبۂ دین پسند نہ آیا۔ انگریزی تعلیم کے لئے اپنے چچا کے پاس حیدرآباد دکن چلے گئے اور انٹر تک پڑھ کر نظام ریلوے میں ملازمت اختیار کر لی۔ سقوطِ حیدرآباد کے بعد ۱۹۴۹ء میں پاکستان آئے اور ایک تیل کمپنی میں ملازم ہو گئے۔

۱۹۶۰ء میں محمود احمد عبّاسی کے ساتھ احیاءِ دینِ رسولِ عربی میں سرگرمِ عمل ہوئے۔ مُلازمت کے ساتھ کثرتِ مطالعہ اور تصنیف و تالیف کے مشاغل نے بصارت خراب کر دی لیکن اُن کے جوش و شوق میں فرق نہ آیا۔

موصوف اظہارِ حقّ کے لئے الفاظ چبانے اور گول مول باتیں کرنے کے قائل نہیں تھے۔ اُن کی کتابوں سے فرقہ پرست مولویوں کی زبان طعن بند ہوگئی اور نوجوان نسل کو وہ حقائق مل گئے جن کی اُن کو تلاش تھی۔ اسلام اتحاد کا داعی ہے اور اتحاد صرف توحید پر ہو سکتا ہے آثار سے ظاہر ہے کہ ساری دُنیا کے مسلمانوں کو متحد ہو کر اسلام کا بول بالا کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف کی کتابوں کی مانگ اندرون و بیرونِ مُلک سے آ رہی ہے اور اُنہیں بار بار شائع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اُنہیں جنّتُ الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔

احسنؔ عبّاس

مؤرخہ 24 نومبر ۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

اَہلِ بیت یا پنج تن؟

ایک کتاب موسومہ "معلوماتِ جعفریہ" اتّحاد بین المسلمین کے جذبہ سے آج کے علمی اور عقلی دور میں پاکستان کے مُسلمانوں کے لئے شائع کی گئی ہے اِس کا دعویٰ ہے کہ شیعہ اور سُنّی دونوں کے لئے قابلِ قبول ہوگی۔ کیونکہ اِس میں تبرّیٰ و تقیّہ (جھوٹ اور گالی) سے زیادہ تولاّ (شخصیّت پرستی) پر زور دیا گیا ہے مثلاً اپنے پنج تن پاک کے بارے میں لکھّا ہے:۔

اَہلِ بیتِ رسولؐ وہ مُقدّس ہستیاں ہیں جو پاک طاہر و معصوم من اللہ ہیں اِن ذواتِ مُقدّسہ کے نام یہ ہیں،

(۱) حضرت مُحمّد مُصطفیٰ صلّی اللہُ علیہِ وآلہ وسلّم
(۲) حضرت علی علیہِ السّلام
(۳) حضرت فاطمۃُ الزّہرا سلامُ اللہ علیہا
(۴) حضرت حسن
(۵) حضرت اِمام حُسین علیہِ السّلام

اِنہی ذواتِ مُقدّسہ کو پنجتن پاک بھی کہا جاتا ہے، (صفحہ ۲۵۲) پڑھے لکھّے سُنّی کو اِس پر اِعتراض ہوگا کہ،

(۱) ہمارے رسُولِ مقبولؐ کے نام کے آگے مُصطفےٰ کیوں لِکھّا رسول اللہ کیوں نہیں لِکھّتے۔ کیا اُن کی رِسالت کا اِظہار ضروری نہیں۔

(١٢) حضرتُ علی کو علیہ السّلام کیوں لکھّا جاتا ہے، کیا وہ رسُول تھے۔ اُن کو رضیَ اللہ عنہُ یا کرم اللہ وجہہُ کیوں نہیں لکھّا۔

(١٣) حضرتُ فاطمہ کے آگے سلامُ اللہُ علیہا لکھّا ہے تو اللہ اُن کو سلام کرتا ہے، اِس کا کیا جواز ہے؟

(١٤) حضرت حسن کے آگے پیچھے امام اور علیہ السّلام کیوں نہیں!

(١٥) حُسینؓ کا نام احترام سے لکھّا ہے کیا یہ حسنؓ سے افضل تھے۔ مگر صاحب یہ تعصّب کی باتیں ہیں۔ کتاب کا مقصد شیعہ سُنّی اتحاد ہے گو یہ اتّحاد توحید پر نہیں صرف پنجتن پاک پرستی پر ہوسکتا ہے۔ جیسے صدیوں پہلے عہدِ عبّاسیہ میں کُوفہ و بغداد میں تھا اُس دور کے سُنّی اپنی کتابوں میں لکھّتے تھے۔

قَالَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ ۔ لَمَّا نَزَلَتْ ۔ دَعَا النَّبِیُّ فَاطِمَۃَ وَ عَلِیًّا وَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَجَلَّلَهُمْ بِکِسَاءٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلُ بَیْتِیْ (فتح الباری شرح بُخاری و ترمذی شریف)

ترجمہ: اُمِ سلمہ نے کہا۔ جب آیت تطہیر نازل ہُوئی، نبیؐ نے فاطمہؓ، علیؓ اور حسنؓ و حُسینؓ کو اپنی چادر (کملی) میں بُلایا اور فرمایا، اے اللہ یہ ہیں میرے اہلِ بیت۔

اِن روایات سے معلوم ہُوا کہ ہمارے سلفِ صالحین میں شیعہ اور سُنّی دونوں فرقے پنجتن پاک کے تقدُّس پر مُتّفق تھے۔ فرق صرف اِس قدر تھا کہ شیعہ اپنی مشاہیر پرست ذہنیت کی وجہ سے اِن ناموں کے آگے پیچھے اپنی پسند کے القاب و خطابات لگا دیتے تھے اور سُنّی صرف نام لکھّتے۔ حتّٰی کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو صرف نبی لکھ دیتے تھے۔ مُمکن ہے یہ

صحیح ہو کیونکہ ضرُورت سے زیادہ خطابات اور القاب لگانا، غلامانہ اور مُشرکانہ ذہنیت کی علامت ہے۔ آزاد قومیں انسان کو انسان ہی رکھتی ہیں۔ خُدا نہیں بناتیں۔ اور غُلام قومیں جانوروں کو بھی خُدا بنا لیتی ہیں، جیسے ہندُو گائے بندر سانپ اور شیر کو اپنا خُدا سمجھتے ہیں۔

اللہ کا شُکر ہے کہ آزادی کے بعد ہمارے مُسلمان بھائی سوچنے اور سمجھنے لگے ہیں پُوچھتے ہیں کہ اہلِ بیتِ رسولؐ میں صرف پانچ ذواتِ مُقدّسہ کیوں اہم ہوگئیں،

(١) کیا سیّدہ خُدیجہؓ یعنی فاطمہؓ کی والدہ مُحترمہ اہلِ بیتِ اطہار میں شامل ہونے کے لائق نہیں!

(٢) حضرت فاطمہؓ کی دُوسری تین بہنیں، سیّدہ زینبؓ، رُقیہؓ، اُمِ کلثُومؓ اور چار بھائی، قاسم، طاہر، طیّب اور عبدُاللہ ذواتِ مُقدّسہ میں کیوں شُمار نہیں ہوتے۔

(٣) حضرت حُسینؓ کی سگی بہنیں سیّدہ زینبؓ اور اُمِ کُلثُومؓ جو سیّدہ فاطمہؓ کے بطن سے تھیں، اُس چادر یا کملی میں آنے سے کیوں روکی گئیں؟

(٤) رسُول اللہؐ کی ازواجِ مُطہّرات جن کی پاکی اور طہارت پر قُرآن گواہ ہے، جن کی عظمت اور حُرمت کے لئے قیامت تک آنے والے مُسلمانوں کو حُکم ہے کہ اپنی ماؤں سے زیادہ اُن کی تعظیم اور احترام کرو۔

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

تو اُن مُقدّس و مُحترم ہستیوں کو اہلِ بیتِ رسُولؐ میں کیوں شُمار نہیں کیا، حضُورؐ کی ازواجِ مُطہرات میں جو اُمّت کی مائیں ہیں، بھلا سیّدہ عائشہ صدّیقہؓ، سیّدہ حفصہؓ اور سیّدہ اُمِ حبیبہؓ یعنی ابُوبکر، عُمر اور ابوسُفیان رضوان اللہ علیہم کی بیٹیوں کو اُس چادر میں کیسے آنے دیتے:۔

قُرآن حکیم بتلاتا ہے کہ نُوحؑ کی قوم بھی اپنے پانچ بزرگوں کو پُوجتی تھی، جب اُن کو

توحید کی دعوت دی گئی تو وہ خفا ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے:

لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾

(سُورۃ نُوح۔ آیت ۲۳)

ترجمہ:۔ ''اپنے بزرگوں (دیوتاؤں) کو نہ چھوڑنا۔ ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر (ہمارے پنجتن ہیں) اُن کو پوجنا ترک نہ کرنا۔''

پنجتن پاک کا تصوّر اسلامی ہے یا نہیں یہ بتلانے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان میں اسلام سے پہلے رام چندر جی اور اُن کے اہلِ بیت، سیتا لچھمن لو اور کش پنجتن کہلاتے تھے۔ چُنانچہ اکثر ہندو خاندان جو مسلمان ہوئے اِسی پنجتن کی کشش سے ہوئے۔

☆☆☆

نِفاق کی جڑ

آلِ رسُولؐ اور آلِ مُحمدؐ کے معاملے میں مُسلمانوں کے سب فِرقے کبھی مُتفق و مُتحد نہ ہو سکے۔ آج بھی لوگ جانتے ہیں کہ اصلی اہلِ بیتِ رسُولؐ کون ہیں اور جعلی آلِ مُحمدؐ کون بنے بیٹھے ہیں پھر اُن کی تعداد پر بھی اِتفاق نہیں ہے کیُونکہ:۔

(۱) جو لوگ قبل از اِسلام پانچ دیوی دیوتاؤں کو پُوجتے تھے اُنہیں صِرف پانچ اِسلامی نام درکار تھے۔ اُنھیں پنجتن پاک فراہم کئے گئے۔

(۲) جو لوگ سات دیوتاؤں کے پرستار تھے اُنھیں سات اِماموں کے نام بتائے گئے، یہ سباعیہ کہلاتے ہیں۔ یہ شام و مِصر میں ہیں۔

(۳) جو بابُل کے بارہ دیوتاؤں کو مانتے تھے جِن کی تصویریں آپ کی جنتری پر چھپتی ہیں۔ اُن کے لئے بارہ اِمام مُقرّر ہُوئے اُن کا نِشان ۱۲ منبر ہے۔

(۴) جو چودہ ستارے (نچھتّر) پُوجتے تھے (صابئین) اُن سے کہا گیا کہ بارہ اِماموں میں فاطِمہؓ اور مُحمدؐ کو مِلا کر تُم اپنے چودہ معصُوم پُورے کر لو۔

(۵) جو لوگ گُرو چیلے (پیر مُرید) کے سِلسلے پُوجتے آئے تھے۔ اُن سے کہا گیا کہ تُم اپنے اِماموں کی نسل جاری رکھو۔ مُردہ اِماموں کی جگہ زِندہ اِمام ہی پُوجو چُنانچہ اِسماعیلی باطنی حاضِر اِمام کو پُوجتے ہیں اور یہ اِمام انگریز عورتیں فراہم کر دیتی ہیں۔

اِس طرح مُسلمانوں میں فِرقے پیدا ہوتے چلے گئے۔ آج اُن سب اِماموں، پیروں، بزرگوں اور ذواتِ مُقدّسہ کو شُمار کیجئے تو مُسلمانوں کے پاس عہدِ جاہلیّہ کے ۳۶۰

دیوتاؤں سے کہیں زیادہ تعداد خداؤں اور خواجوں کی نکلے گی مگر یہ سب اسلامی ہیں۔ بعض مسجدوں میں جائیے تو طغرے ملیں گے۔

یا اللہ — یا محمدؐ — یا علیؓ — یا فاطمہؓ — یا حسنؓ — یا حسینؓ

آپ سمجھیں گے کہ یہاں ایک کی جگہ چھ ذواتِ مقدسہ کی پرستش ہوتی ہے۔ مگر نہیں وہاں عبادت صرف اللہ کی ہوتی ہے۔ یہ نام تو صرف خدائی اہلِ بیت کے ہیں جو برکت کے لئے سجائے گئے ہیں، جیسے گرجوں میں بی بی مریمؑ حضرت عیسیٰؑ اور اُن کے ابّا میاں کے مجسّمے سجائے جاتے ہیں۔ اسی گمراہی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں واضح کردیا تھا مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ (سورۃ الاحزاب۔۴۰) یعنی محمدؐ کو اولادِ نرینہ اس لئے نہیں دی گئی کہ تم اُن کی نسل کو پوجنا نہ شروع کردو۔ تو ہمارے مجوسی بزرگوں نے وہ نسل اُن کی ایک بیٹی فاطمہؓ سے جاری کردی۔ پھر کمال یہ کیا کہ خود بھی آلِ محمدؐ بن بیٹھے۔ ایران سے جو بھی پیر فقیر، درویش بزرگ قلندر یا مجذوب آیا وہ آلِ محمدؐ ہونے کا دعویدار تھا۔ لیکن اس میں بھی ایک راز ہے جو مسلمانوں کو معلوم نہ ہوسکا۔ یہ لوگ خود کو آلِ رسولؐ نہیں کہتے، بلکہ آلِ محمدؐ کہتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیعوں کے ہر فرقے کا محمدؐ جدا ہے۔

① شیعہ امامیہ۔

محمدؐ بن حسن عسکری کو امامُ العصر۔ امامِ غائب اور امامِ قائم کہتے ہیں اور اُنہی کی نسبت سے آلِ محمدؐ بنتے ہیں۔

② شیعہ اسمٰعیلیہ۔

محمدؐ بن اسمٰعیل بن جعفر صادق کو امامِ اوّل قائم القیامہ اور ظہور کا امام کہتے ہیں اور خود کو اُن کی ذرّیت بتاتے ہیں۔

③ شیعہ دروزیہ یا ذکری۔

محمدؐ بن حنیفہ کو اپنا امامِ غائب مانتے ہیں۔ کہتے ہیں وہ بادلوں میں چھپے ہیں ایک دن ظاہر ہوں گے اور حکومت حاصل کریں گے۔ اسی لئے لبنان میں یہ مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں اور بایاں بازو مشہور ہیں، لیکن اسلام میں نہ بائیں بازو کا جواز ہے نہ دائیں بازو کا۔ اور جہاں تک ذواتِ مقدسہ کا تعلق ہے تو اُس میں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اسلام تو صرف ایک ذاتِ اقدس و اعلیٰ کی پرستش کا حکم دیتا ہے یعنی

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔

آلِ مُحَمَّدؐ ابتداء میں رسولُ اللہ نے اپنے مولا سیّدنا زید بن حارثہؓ کو اپنا متبنّٰی (منہ بولا بیٹا) بنالیا تھا مگر سورۃ احزاب میں حکم ہوا کہ منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپ کے ناموں سے پکارو تو اُن سے بھی نسل جاری رکھنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اب ہم جو آلِ محمدؐ اور آلِ رسولؐ کے چرچے سنتے ہیں۔ یہ اسلام پر یہودی نوازش ہے کہ صرف ایک بیٹی سیّدہ فاطمہؓ کی ہاشمی اولاد آلِ محمدؐ ہے۔ اور سیّدہ زینبؓ و سیّدہ رقیہؓ کی اولاد جو درحقیقت ساداتِ بنوامیہ تھے آلِ محمدؐ نہ بن سکے۔ وہ گمنام کردیئے گئے۔ قرآن میں پیغمبروں کے ذکر میں صرف یعقوبؑ کے ساتھ اسباط کا لاحقہ لگایا ہے عربی میں پوتے کو حفد۔ جمع احفاد کہتے ہیں اور نواسے کو سبط۔ جمع اسباط۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہودی عبداللہ بن سبا نے حضرت علیؓ کو اپنی اہمیت بڑھانے کے لئے اسباط کا سہارا لینا سکھادیا۔ اس طرح اسلام کو بھی دو اسباط مل گئے۔

☆☆☆

اہلِ بیتِ علی (کرم اللہ وجہہ)

اہلِ بیتِ علی (کرم اللہ وجہہ) کے متعلق تفصیلات بھی ہماری کتبِ روایات و تاریخ میں بکھری پڑی ہیں جن کے مطابق آپ کی تین درجن اولاد اور ایک درجن ازواج اور کنیزیں تھیں۔ جن میں سے فلسفۂ اہلِ بیتؑ کی رُو سے صرف تین افراد مقدس شمار ہوئے پھر حضرت حسینؓ کی کنیز شہر بانو کی نسل سے ۹ امام پیدا ہوئے چونکہ یہ ایرانی بادشاہ یزدگرد کے اسباط تھے، شاہی اہلِ بیت قرار پائے بلکہ خود حسینؓ بھی اسی رشتے سے شاہ و بادشاہ بن گئے۔

	نام زوجہ	بیٹے	بیٹیاں
۱	سیّدہ فاطمہؓ بنتِ رسولؐ اللہ	حسنؓ، حسینؓ	اُمِّ کلثومؓ، زینبؓ
۲	سیّدہ امامہ بنتِ زینبؓ و ابُوالعاصؓ	محمّد اوسط	-
۳	سیّدہ اسماء بنتِ عمیس بیوہ جعفرؓ طیّار	عون و یحیٰ	-
۴	لیلیٰ بنتِ مسعود تمیمی	عُبید اللہ، ابُوبکر، عبدُاللہ	-
۵	اُمُّ البنین خواہر شمر بن جوشن	عُمر، عبّاس، جعفر، عُثمان	-
۶	خولہ بنتِ جعفر	محمّد بن حنفیہ	-
۷	اُمِّ سعید بنتِ عُروہ	-	رملہ، اُمُّ الحسن
۸	اُمِّ حبیبہ بنتِ عُروہ	عُمر، اصغر	رُقیّہ
۹	عُمیاۃ بنتِ امراءُ القیس	-	حارثہ

اِن کے علاوہ حسبِ ذیل بیٹیوں کی ماؤں کے نام مُشخّص نہ ہوسکے۔

اُمِّ ہانی، میمونہ، زینب، صُغریٰ، رملہ صُغریٰ، فاطمہ، اُمِّ خدیجہ، اُمُّ الکرام، اُمِّ سلمہ، حمانہ، نفیسہ، اُمِّ جعفر، یہ کُل اٹھارہ بیٹیاں، ۱۶ بیٹے مشہور ہیں۔ (بحوالہ طبری ج۔ ۶۔ نمبر ۸۹)

بچپن کے اہلِ بیت

عبدُالمُطّلب بُڑھاپے کی وجہ سے اپنے سب سے مالدار بیٹے زُبیر کے ساتھ رہتے تھے۔ یُوں تو عبدُالمُطّلب کی چاروں بیویوں سے دس بیٹے تھے جن میں عبّاسؓ و حمزہؓ تو اِتنے چھوٹے تھے کہ وہ رسُولؐ اللہ سے صرف چار اور دو سال بڑے تھے۔ بڑے بیٹوں میں زُبیر ہی خُوشحال تھے اور اپنے اہلِ خاندان کو سمیٹنے اور ساتھ رکھنے کی صلاحیّت رکھتے تھے۔

عبدُالمُطّلب نے زُبیر کو سربراہِ خاندان اور قبیلہ بنُو ہاشم کا سردار مُقرّر کردیا تھا زُبیر کا پیشہ تجارت تھا۔ یہ شام، یمن، مصر اور حبشہ تک مالِ تجارت لے کر جاتے تھے۔

زُبیر کی بیوی سیّدہ عاتکہ بنتِ ابُووہب بن عُمر و مخزُومیہ بڑی نیک دل حوصلہ مند اور کُنبہ پرور خاتُون تھیں اُن کے آٹھ بچّے تھے۔ جب اُن کے دیور کا یتیم بچّہ "محمّد" رہنے آیا تو اُسی عالمگیر مادری مُحبّت سے جس سے وہ اپنے بچّے پالتی تھیں، اپنے ساس سُسر اور چھوٹے دیوروں کی دیکھ بھال کرتی تھیں اُنہیں بھی سینے سے لگالیا اور چاہ و پیار سے پالنے لگیں۔

رسُولؐ اللہ سیّدہ عاتکہ کو اُمّی (میری ماں) پکارتے تھے اور زمانہ اسلام میں بھی اُن کا ذکرِ خیر فرماتے تھے اور اُن کے بچّوں کو عُمر بھر میری ماں کے بیٹے یا بیٹی کہہ کر بُلاتے تھے۔ عبدُاللہؓ بن زُبیر نے اِسلام کی خاطر جہاد کئے اور شہادت کا مرتبہ پایا۔

رسُولؐ اللہ نے تقریباً بیس سال کی عُمر تک اُنہی تایا زُبیر کے گھر میں عبّاسؓ و حمزہؓ اور زُبیر کے بچّوں کے ساتھ پرورش پائی۔

رسُولؐ کی پرورش کے بارے میں تاریخ میں موجُود ہے۔

وَرَوَایٰ بَعْضُھُمْ اَنْ زُبَیْرَ کَفَلَ النَّبِیَّ حَتّٰی مَاتَ

ترجمہ: ''زُبیر نے نبیؐ کی کفالت کی جب تک زندہ رہے''

(وقائعِ زندگانی اُمِّ ہانی انساب الاشراف بلاذری)

مگر مجوسی مؤرخین نے اُسے چھپا دیا ہے اور روایات بنائی ہیں کہ چچا ابوطالب نے اپنی چھاتی سے دودھ پلایا اور اپنے پاس سلایا اور جب بڑے ہوئے تو اُن سے بکریاں چروائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن خرافات کو پہلے ہی جھٹلا دیا تھا۔

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى ﴿٦﴾

(سورۃ الضحیٰ۔ آیت ٦)

یعنی جب تم یتیم ہوئے تو تمہیں ایک خوشحال گھرانے میں پہنچا دیا، تاکہ چین آرام سے پالے جاؤ۔ اور وہ خوشحال گھرانہ زبیر بن عبدالمطلب کا تھا نہ کہ مفلس و معذور چچا ابوطالب کا۔

اِس طرح آپؐ کے بچپن کے اہلِ بیت آپؐ کے دادا، دادی، تایا زبیر، بڑی ماں عاتکہ، چار بھائی، چار بہنیں اور دو چچا حضرت عباسؓ اور حمزہؓ تھے۔ حضرت حمزہؓ کو رسول اللہؐ سے خاص اُنس تھا۔ یہ دونوں دوست کی طرح ایک دوسرے پر جان چھڑکنے کو تیار رہتے تھے۔ اُن دونوں نے حلیمہ کا دودھ پیا تھا اور دودھ شریک بھائی تھے۔

آپؐ کی تربیت

قرآن نے اِس کی بھی صراحت کر دی ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ﴿٧﴾

(سورۃ الضحیٰ۔ آیت ٧)

ترجمہ: جب تم کچھ نہ جانتے تھے تمہیں ذریعۂ معاش سکھانے کے لئے ایک مشفق رہنما دے دیا)۔

اور تاریخ بھی بتاتی ہے کہ زبیر اپنا مالِ تجارت لے کر عراق، مصر و شام، یمن اور حبشہ جاتے تھے۔ تاجروں کا قاعدہ ہے کہ اپنے بچوں کو کم عمری ہی سے اُصولِ تجارت اور حساب کتاب سکھانے کے لئے اپنے ساتھ لگا لیتے ہیں۔ چنانچہ زبیر اپنے بھائی حمزہؓ اور بھتیجے محمدؐ کو اپنے ساتھ لے جاتے اور زندگی کی اونچ نیچ سکھاتے تھے۔ رسول اللہؐ نے دس بارہ سال زبیر کے ساتھ گھوم پھر کر کام سیکھ لیا اور تایا کے انتقال کے بعد خود کاروبار شروع کر دیا۔ آپؐ قافلے کے ساتھ جاتے اور ایک جگہ کا مال دوسری جگہ لے جا کر فروخت کر دیتے۔ اِس لئے آپ کو بار بار حبشہ، یمن اور شام تک جانا پڑتا۔ (اُمِّ ہانی از محمود احمد عباسی)

جوانی کے اہلِ بیت

جب آپؐ ۲۳۔۲۴ سال کے ہوگئے تو اپنا گھر بسانے کی فکر ہوئی۔ سوچا اپنے معذور چچا کی بیٹی سے شادی کرلیں تو ان کا بھی کچھ بار ہلکا ہو۔

مگر ابو طالب کے دل میں یتیم بھتیجے کا کوئی احترام نہ تھا انہوں نے کہا تمہارے پاس رہنے کو گھر نہیں ہے اور اپنی بیٹی فاختہ (اُمّ ہانی) کا نکاح ہبیرہ مخزومی سے کردیا۔ رسولؐ اللہ کو صدمہ ہوا۔

آپؐ کے جاں نثار دوست اور چچا سیّدنا حمزہؓ کو پتہ چلا تو تجویز پیش کی کہ تم خدیجہؓ بنتِ خویلد سے نکاح کرلو۔

خدیجہؓ عتیق بن عایذ مخزومی کی بیوہ تھیں جو ایک خوشحال تاجر تھے۔ وہ ایک مکان، دو بچّے اور کچھ اثاثہ چھوڑ کر نوجوان فوت ہوگئے تھے۔

سیّدہ خدیجہؓ نسب اور شرافت میں اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ سنجیدہ، خوش اخلاق اور خدمت گزار ہونے کے علاوہ قبولِ صورت اور جوان بھی تھیں۔ اکثر اشرافِ مکہ اُن سے شادی کے خواہش مند بھی تھے لیکن وہ اپنے چھوٹے بچّوں کی وجہ سے عقدِ ثانی سے ڈرتی تھیں کہ سوتیلا باپ یتیموں کے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کرے لیکن جب رسولؐ اللہ کے چچا حمزہؓ اور پھوپھی صفیہؓ پیام لے کر گئے تو راضی ہوگئیں۔ صفیہؓ خدیجہؓ کے بھائی عوام بن خویلد کی بیوی تھیں۔ یعنی اپنی سگی نند کو اپنے بھتیجے کا پیام دینے آئی تھیں۔ خدیجہؓ جانتی تھیں کہ رسولؐ اللہ بچّوں سے محبت کرتے ہیں اور خود یتیمی کا داغ جھیلے ہوئے ہیں وہ اُن کے یتیم بچّوں کو ضرور پالیں گے۔

سیّدہ خدیجہؓ کی عُمر کے بارے میں مجوسی مؤرخین نے جھوٹ سچ لکھا ہے کہ وہ چالیس سال کی ہوچکی تھیں۔ پھر مسلمانوں نے کبھی نہ سوچا کہ چالیس سالہ خاتون سے شادی کے بعد مسلسل پندرہ سال تک سات آٹھ بچّے کیسے ہوسکتے ہیں جبکہ عورت میں تولیدی صلاحیّت تقریباً چالیس سال کے بعد باقی نہیں رہتی۔ روافض اس پر اصرار اس لئے کرتے ہیں کہ صرف فاطمہؓ کو اہلِ بیت بتائیں اور باقی کو نظرانداز کردیں۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ اگلے پندرہ سال میں دو دو سال کے وقفے سے آپ کے آٹھ اولادیں ہوئیں جبھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنٰى ﴿٨﴾

(سورۃ الضُّحیٰ۔ آیت ۸)

یعنی جب تمہیں گھر بسانے کی ضرورت ہوئی تو ہم نے خوشحال کردیا۔ گویا یہ شادی ایک خاص رحمتِ باری تعالیٰ تھی، تو کیا چالیس سال کی بوڑھی بیوی دے کر اللہ نے احسان جتایا (نعوذ باللہ)۔

اسی طرح سیّدہ خدیجہؓ کی دولت کا غلط چرچا کیا گیا کہ بہت مالدار تھیں گویا اُن کے پاس قارون کا خزانہ تھا یا وہ کسی سُپر مارکیٹ کی مالکہ تھیں۔ یہ باتیں رسولؐ اللہ کو بدنام کرنے کے لئے لکھّی ہیں کہ وہ بیوی کی دولت پر عیش کرتے رہے۔ حضورؐ کا پیشہ تجارت تھا وہ شادی کے بعد بھی اپنا کاروبار کرتے رہے۔ سیّدہ خدیجہ شادی کے وقت ۲۴۔۲۵ سال سے زیادہ نہ تھیں۔ ممکن ہے عُمر میں حضورؐ سے دو، چار برس بڑی ہوں جبھی تو حضورؐ کے چچا اور پھوپھی نے بڑے چاؤ سے یہ نکاح کروایا اور اللہ تعالیٰ نے اُسے سراہا اور فرمایا کہ دیکھو ہم نے تمہیں بیت اور اہلِ بیت دونوں دیئے کہ پھر کوئی کافر چچا طعنہ نہ دے کہ تمھارے پاس رہنے کو اپنا گھر نہیں ہے۔

آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضورؐ کی مُتاہل زندگی کے پہلے پندرہ سال کامیاب ازدواجی زندگی کا ایک مکمل نمونہ تھے۔ اِن پندرہ برسوں میں آپؐ کو دُنیا کی تمام نعمتیں جن کی کوئی تمنّا کر سکتا ہے، حاصل ہو گئیں۔ مثلاً رہنے کے لئے گھر، رفاقت کے لئے وفا شعار اور تابعدار بیوی۔ گھر کی رونق کے لئے بہت سے بچّے۔ معاشرت کے لئے کئی جاں نثار دوست۔ خدمت کے لئے مُلازم سواری کے لئے اپنے زمانے کی بہترین سواری اور ذریعۂ مُعاش کے لئے ایک مُنفعت بخش اور ذی عزّت پیشہ تجارت جس سے مُعاشرے میں اعتبار و وقار اور احترام حاصل تھا۔ آپؐ کی قوم آپؐ کو امین پُکارتی تھی اور آپؐ پر بھروسہ کرتی تھی چُنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝١

(سُورۃ الکوثر آیت۔۱)

ترجمہ: "ہم نے جو کچھ دیا، افراط دیا اور خوب دیا ہے"۔

آپؐ کو بچّوں سے بے حد اُنس تھا نہ صرف اپنے بچّوں سے پیار کرتے بلکہ دُوسروں کے بچّوں سے بھی شفقت سے پیش آتے۔ خاص کر یتیم بچّوں سے آپؐ کی ہمدردی تو مشہور ہے جبھی تو اللہ تعالیٰ نے مُسلمانوں کو حکم دے دیا کہ،

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩

(سُورۃ الضُّحیٰ۔ آیت ۹)

ترجمہ: "یتیموں کو کبھی مت ڈانٹنا"۔

چُنانچہ مشہور ہے کہ زیدؓ بن حارثہ کو سیّدہ خُدیجہؓ نے خریدا اور حضورؐ کی خدمت کے لئے دے دیا۔ آپؐ زیدؓ کو اپنے ساتھ تجارتی سفر پر لے جاتے۔ زیدؓ آپؐ کے حُسنِ سُلوک سے اِس قدر مُتاثّر ہُوئے کہ جب اُن کے والد لینے آئے تو اُنہوں نے جانے سے اِنکار کر دیا۔ حالانکہ حضورؐ نے اُن کو آزاد کر دیا تھا اور اجازت دے دی تھی کہ جہاں چاہیں جائیں نوکروں پر شفقت کا یہ حال تھا۔

آپؐ کے سوتیلے بچے ہالہ اور ہند بھی آپؐ کے حُسنِ سُلوک کے مدّاح تھے۔ ہالہ تو رسولؐ اللہ کو بچاتے ہُوئے شہید ہُوئے اور ہند کی شادی ہُوئی تو محبّت اور احسان مندی کے اعتراف میں اُنہوں نے اپنے پہلے بچّے کا نام بجائے اصل نانا عتیق کے آپؐ کے نام پر محمّدؐ رکھا اور خود کو ابو محمّد کہلانا پسند کیا۔

پھر سیّدہ خُدیجہؓ سے آپؐ کی اپنی آٹھ اولادیں ہُوئیں۔

لڑکے: قاسمؓ، طاہرؓ، طیّبؓ اور عبدُاللہؓ۔

لڑکیاں: زینبؓ، رُقیّہؓ، فاطمہؓ، اور اُمّ کلثومؓ۔

لڑکے مُشیّتِ الٰہی سے زندہ نہ رہے، البتّہ لڑکیوں نے اپنے والد کی کامران زندگی کا مُشاہدہ کیا۔ روافض اُن تینوں لڑکیوں کے نام چُھپانے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ یہ تینوں بنو اُمیّہ میں بیاہی گئی تھیں۔ اُنھیں پنجتن کے چوکھٹے میں فِٹ کیا جاتا تو یہ آٹھ گوشی ہو جاتا۔ یعنی ہشت تن جو اُن کو پسند نہیں۔ اِسی دوران حضرت علیؓ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ سوتیلی ماں طالب اور عقیل کو تو کچھ نہ کہہ سکتی تھیں مگر چھوٹے بچّوں جعفرؓ اور علیؓ کو کھانا نہ دیتی تھیں۔ ابُو طالب نے رسُول اللہؐ سے مدد طلب کی تو حضورؐ نے علیؓ کو اپنی سرپرستی میں لے لیا اور

جعفرؓ کو حضرت عباسؓ کے سپرد کردیا۔ اس طرح اعلانِ نبوت سے پہلے آپؐ کے اہلِ بیت میں حسب ذیل ذواتِ مقدسہ تھیں۔

سیّدہ خدیجہؓ، ہالہ بن عتیق، ہند بنت عتیق (سوتیلے بیٹا۔بیٹی)

سیّدہ زینبؓ، سیّدہ رقیہؓ، سیّدہ فاطمہؓ، سیّدہ اُمِّ کلثومؓ (حقیقی بیٹیاں)

حضرت علیؓ چچیرے بھائی،

حضرت زیدؓ بن حارثہ منہ بولے بیٹے

اور اُن کی زوجہ سیّدہ اُمِّ ایمن یعنی دس افراد آپؐ کے زیرِ پرورش تھے۔

بیٹیوں کی شادیاں ہوگئیں وہ اپنے گھر چلی گئیں۔ سیّدہ زینبؓ کا نکاح اُن کے ماموں زاد بھائی ابُوالعاصؓ سے ہوگیا اور سیّدہ رُقیہؓ کا نکاح سیّدنا عثمانِ غنیؓ سے ہوگیا، تب بھی مذکورہ چھ بزرگ آپؐ کے اہلِ بیت میں موجود تھے۔

آپؐ کا ذریعۂ معاش

مجوسی مؤرخوں نے حضورؐ کی زندگی کے اُس پہلو کو بالکل چھپادیا ہے حالانکہ یہی سب سے زیادہ اہم شعبۂ حیات تھا جس سے اُسوۂ حسنہ کی تعمیر ہوئی تھی۔ یعنی قبلِ نبوت ہی قوم نے آپؐ کو امین کا خطاب دیا تھا اور خطاب ہر کس و ناکس کو نہیں ملتا۔

رسولؐ اللہ نے تجارت کا کاروبار اپنے تایا زبیر سے سیکھا اور اپنی دیانت داری اور ایمانداری سے اُس میں چار چاند لگادیئے۔ آپؐ شام، عراق، بصرہ، یمن اور حبشہ تک اپنا سامانِ تجارت لے جاتے۔ ایک جگہ مال خریدتے اور دُوسری جگہ لے جا کر فروخت کردیتے۔ اِس طرح آپؐ کی امانت کا چرچا بیرونِ مُلک بھی پھیل چکا تھا۔ روایت ہے کہ شاہِ حبشہ نجاشی آپؐ سے ذاتی طور پر واقف تھا۔ تجارت کا اُصُول ہے کہ دیانت دار تاجر کو لوگ اپنا مال اُدھار دیتے ہیں اور فروخت ہونے پر اپنی رقم وصُول کرلیتے ہیں۔ آج کل بھی کارخانے دار اپنا لاکھوں کا مال دیانتدار دُوکانداروں کی ساکھ پر دیتے ہیں جسے فروخت کرکے وہ رقم ادا کردیتے ہیں اور مُنافع خُود رکھ لیتے ہیں۔ یہی طریقہ اُس وقت بھی رائج تھا۔ چُنانچہ ہجرت کے وقت آپؐ کے پاس جو امانتیں باقی تھیں، اُسی سلسلے کی تھیں، جن کی ادائیگی زیدؓ بن حارثہ نے کی۔

رسولؐ اللہ نے جس طرح تجارتی تربیت اپنے تایا زبیر کے ساتھ مُلک مُلک گھُوم کر حاصل کی تھی۔ جب اپنا کاروبار سنبھالا تو اپنے مولا (آزاد کردہ غلام) زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ رکھنے لگے۔ کیُونکہ سامانِ تجارت باندھنا، اُونٹوں پر لادنا اور پھر کاروانوں

کے ساتھ چلنا جس پر راستے میں ڈاکوؤں اور چوروں کے حملے کا بھی خطرہ رہتا تھا۔ کوئی تاجر تنہا سفر نہ کر سکتا تھا۔

جب کاروبار میں ترقّی ہوئی تو آپؐ ایک اور غلام ابُورافعؓ کو بھی ساتھ لے جانے لگے اور جب اُس پر اعتماد ہوگیا تو اُسے بھی مولا بنالیا (آزاد کردیا)۔ ابُورافعؓ نے بھی زیدؓ کی طرح آپؐ کی خدمت میں زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔

اِس طرح پندرہ سال گُزر گئے۔ حضورؐ کی عُمر چالیس سال ہوگئی تو اُن دونوں مولاؤں نے اِصرار کیا کہ اَب آرام کریں، ہم آپؐ کا کاروبار سنبھالیں گے۔

چالیس سال کے بعد اِنسان کو ضرورت ہوتی ہے کہ اُس کے بیٹے کام سنبھالیں اور وہ کچھ آرام کرے۔ اللہ نے حضورؐ کو بیٹوں کا نعمُ البدل دو دیانتدار اور وفادار مولا دِیے تھے اور آپؐ نے اُن کا مشورہ قبول کرلیا۔

☆☆☆

اہمّ ذِمّہ داری

دُنیا دارُالعمل ہے، یہاں کام ختم نہیں ہوتا۔ دُنیا کا کام ختم ہوتا ہے تو آخرت کا کام شُروع ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانُونِ فطرت یہی ہے، فرماتا ہے،

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ ۝

(سُورۃ احقاف، آیت ۱۵)

ترجمہ: "یعنی جب اِنسان اچھی طرح بالغ ہوجاتا ہے اور چالیس سال کا ہوتا ہے، اَے پالنے والے مجھے توفیق دے تیرے اِحسانوں اور تیری نعمتوں کا شُکر ادا کروں۔"

چُنانچہ وقت آگیا کہ وہ عظیم ذِمّہ داری آپؐ کے کاندھوں پر ڈال دی جائے جس کے لئے آپؐ تیّار کئے گئے تھے۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝٨

(سُورۃ الانشراح، آیت ۷-۸)

ترجمہ: "دُنیا کے کام سے فارِغ ہوئے اَب اللہ کا کام کرو"۔

ایک رات آپؐ جلد کھا پی کر سو رہے اور مالک کا ایلچی آگیا اُس نے نیند سے بیدار کیا اور فرمانِ الٰہی سُنایا۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ

(سُورۃ المزّمّل، آیت ۱-۲)

ترجمہ: اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے رات کو کچھ دیر جاگا بھی کرو۔

إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ﴿٥﴾

(سورۃ المزمل، آیت ۵)

ترجمہ: ہم تم پر ایک بھاری ذِمّہ داری ڈالنے والے ہیں، وہ یہ کہ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾

(سورۃ المزمل، آیت ۸)

ترجمہ: اپنے ربّ کے نام کا چرچا کرو اور اُسی میں لگ جاؤ۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

(سورۃ المزمل، آیت ۹)

ترجمہ: وُہی مشرق و مغرب کا پالنے والا ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿٩﴾

(سورۃ المزمل، آیت ۹)

ترجمہ: پس اُسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

کام کی اہمیّت

یہ کتنی بڑی ذِمّہ داری تھی۔ اور کتنا مُشکل کام تھا، سمجھنا مُشکل نہیں۔

کسی خانقاہ مقبرے یا اِمام باڑے میں چلے جائیے اور مُسلمان بھائیوں کو قبروں، علموں، تعزیوں کو سجدہ کرنے سے روکئے اور کہئے کہ بھائیو! تم اللہ کے بندے ہو تو اللہ کو پُوجو۔ اِن مُردوں کی اینٹ یا پتھر کی نشانیوں اور لکڑی کے ڈھانچوں سے تمہیں کیا ملے گا، اِن کو سجدہ کیوں کرتے ہو اور دیکھئے، آپ کے مُسلمان بھائی آپ کا کیا حشر کرتے ہیں! اور یہ بیسویں صدی کے عِلمی اور عقلی دور کا حال ہے تو چودہ سو سال پہلے تاریکی اور جہالت کے زمانے میں رسُولؐ اللہ کی زبان سے "لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ" سُن کر کافروں کا کیا حال ہُوا ہوگا!

کہتے ہیں غیر تو غیر تھے خُود حضُورؐ کے چچا، بابا، بھائی، بھتیجے، ڈنڈے لاٹھی لے کر کھڑے ہوگئے کہ ہمارے خداؤں کو لَا اِلٰہ کیسے کہہ دیا۔ تم ہمارے خُداؤں کی توہین کرنے کے مُجرم ہو۔ اپنے آبائی دِین سے پھر کر کافر اور مُلحد ہوگئے ہو یا دِیوانے ہوگئے ہو۔ یہ دِیوتا ناراض ہُوئے تو تُم کو اور ہم کو ایک ساتھ تباہ کر دیں گے۔

رسُول اللہ صلَّی اللہُ علیہِ وسلَّم نے کہا مَیں یہ اپنے دل سے نہیں کہتا۔ مُجھے حکم مِلا ہے کہ تم کو یہ پیغام پُہنچادوں۔ مَیں اللہ کا رسُول ہُوں، اُسی کے حکم سے کہتا ہُوں کہ تم بُتوں اور بزرگوں کی پرستش چھوڑ دو۔ صرف اللہ کی عِبادت کرو جو حاضر و ناظر ہے۔ وہی اپنی مخلوق کو پیدا کرتا اور پالتا ہے وہی جس کو چاہتا ہے مار ڈالتا ہے اور وہ ہمارے دِلوں کا حال جانتا ہے، ہماری دُعائیں قبُول کرتا ہے۔ وہی رِزق دیتا ہے، وہی ہمارے کام بناتا ہے۔ پھر یہ مٹّی کے بُت

جنہیں تم نے خود بنایا ہے نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں، نہ بولتے ہیں۔ تمہارے کام کیسے بنا سکتے ہیں۔ اِن کو پوج کر تم اپنے پیدا کرنے والے کو ناراض نہ کرو مگر وہاں وہی جواب تھا جو مشرک ہر زمانے میں اور ہر دور میں دیتے چلے آئے ہیں، کہ یہ بت خدا نہیں ہیں، یہ ہمارے سفارشی ہیں، ہمارے بزرگ ہیں۔ ہم اِن کے وسیلے سے مانگتے ہیں یہ اللہ کے مقرّب بندے تھے۔ اِن کی سفارش سے ہماری رسائی خدا کے حضور ہو سکتی ہے، یہ خدا سے کہہ کر ہمارے کام بناتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے باپ دادا اُن کو پوجتے چلے آئے ہیں اُن کے کام بنتے رہے۔ اِس لئے ہم بھی انہیں کو پوجیں گے۔ ہم تمہارے رحمان کو نہیں جانتے۔ یہ کافروں کا جواب تھا اور آج بھی مشرکین یہی کہتے ہیں۔

آزمائش کا زمانہ

یہ تھا وہ اِنعام جو قوم اپنے ہادی اور نبی کو دیتی ہے۔ اُس کو سچّا اور امین جانتے ہوئے بھی جب وہ کہے کہ صرف ایک مالک کی پرستش کرو کیونکہ ہر ایک کے سامنے جھکنے سے اِنسان ذلیل ہو جاتا ہے۔ اُس میں عزّتِ نفس باقی نہیں رہتی تو اُس سے ناراض ہو جاتی ہے۔

آپؐ موقعہ بموقعہ اور وقت و بے وقت اللہ کے احکام پہنچاتے۔ کبھی بازار میں کبھی صحنِ کعبہ میں میلوں ٹھیلوں میں اور حجّ کے دوران اللہ کی باتیں سناتے اور مشرکوں کے غیظ و غضب کا نشانہ بنتے۔ کوئی پتّھر مارتا۔ کوئی راستے میں کانٹے بچھاتا۔ کوئی گلے میں کپڑا ڈال کر بل دیتا، کوئی آوازے کستا اور گالیاں دیتا۔

لیکن ہر معاشرے میں بروں کے ساتھ اچھّے لوگ بھی ہوتے ہیں، جو سچّ کو قبول کر لیتے ہیں اور اپنی غلطیوں سے تائب ہو جاتے ہیں۔ چند برسوں میں خاصی تعداد رسولؐ کے ساتھ ہو گئی جن میں ابوبکر صدّیقؓ سب سے اوّل تھے اور چونکہ آپؐ معتبرینِ مکّہ میں سے تھے۔ آپ کی وساطت سے اِسلام کی تعلیم جلدی جلدی پھیلنے لگی، عثمانِ غنیؓ، عبداللہؓ بن جحش، زبیرؓ بن عوام، طلحہؓ بن عبداللہ، سعدؓ بن وقاص، عبدالرحمانؓ بن عوف، جعفرؓ طیّار وغیرہ بلکہ بلالؓ، صہیبؓ، خبابؓ عمار، یاسرؓ اور سمیہؓ جو غلام تھے ابوبکرؓ کی کوشش سے سابقون الاوّلون میں شامل ہوئے۔ پھر سیّد الشہداء حمزہؓ، عمرؓ فاروقِ اعظم اور دیگر زعماءِ عرب آپؐ کی دعوت قبول کرتے چلے گئے۔ لیکن جب تعداد بڑھ گئی تو کفّار و مشرکین کا غیظ و غضب بھی بڑھا وہ لڑنے مرنے پر تیّار ہو گئے۔ اِس لئے بہت سے مسلمانوں نے مکّہ چھوڑ کر چلے جانے کا فیصلہ

کیا۔کوئی شام چلا گیا کوئی مصر اور کوئی حبشہ چلا گیا۔اِس سے اِسلام اور پیغمبرِ اِسلام کا شُہرہ بیرونِ مُلک بھی پُہنچ گیا اور بعثتِ نبویؐ (نبیؐ کے آجانے) کی خبر ہر طرف پھیل گئی۔شاہِ حبشہ کے دربار میں رسُولؐ کی تعلیم کا پُورا نقشہ حضورؐ کے چچازاد بھائی جعفرؓ طیّار نے کھینچا اور شاہ کو مُتاثّر کر دیا۔ہرقل رُومی نے ابُوسفیانؓ سے پیغمبرِ اسلام کے حالات پُوچھے اور تصدیق کی کہ نبی کی تعلیمات ایسی ہی ہونی چاہئے۔پھر اہلِ مدینہ آئے،اِسلام قبُول کیا اور رسُول اللہ کو اپنے شہر "یثرب" آنے کی دعوت دی اور کہا کہ آپ اپنا مُستقر یثرب کو بنائیے،ہم آپؐ کے حامی و انصار ہیں۔

اِسی عرصے میں آپؐ کی رفیقۂ حیات سیّدہ خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا اور آپؐ کی پریشانیوں میں اضافہ ہو گیا۔گھر میں دو جوان بیٹیاں بیٹھی تھیں۔فاطمہؓ اور اُمّ کلثومؓ اور باہر قوم کی قوم آپؐ کی جان کی دُشمن تھی۔مگر اللہ تعالیٰ کا حُکم وُہی تھا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢

(سُورۃ الکوثر آیت ۔۲)

ترجمہ: "اپنے ربّ کی تعریف کرتے رہو اور مورچے پر ڈٹے رہو"

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝٣

(سُورۃ الکوثر آیت ۔۳)

ترجمہ: "بے شک تُمہارے دُشمن ہی گُم نام ہو جائیں گے"

☆☆☆

عقدِ ثانی

پتہ چلا کہ ایک بُوڑھی خاتُون سوداؓ بنتِ زمعہ جو اپنے مُسلمان شوہر کے ساتھ حبشہ گئی تھیں،بیوہ ہو کر واپس آگئی ہیں۔مگر اپنے رشتہ داروں میں واپس جانا نہیں چاہتیں جو کافر ہیں۔حضورؐ نے اُن کو اپنے گھر بُلا لیا اور اُن سے نکاح کر لیا اور بیٹیاں اُن کے سُپرد کر دیں تو آپؐ کو مکّہ خیر آباد کہہ کر مدینہ جانے کا حُکم مِلا۔اُس وقت آپ کے اہلِ بیتِ اطہار میں سیّدہ سوداؓ بنتِ زمعہ۔سیّدہ فاطمہؓ،سیّدہ اُمّ کلثومؓ،چچیرے بھائی علیؓ بن ابی طالب۔آپؐ کے مُتبنّٰی زیدؓ بن حارثہ،اُن کی بیوی سیّدہ اُمّ ایمن،اُن کا بیٹا اُسامہ بن عُمر آٹھ سال اور مولا ابورافعؓ تھے۔

زیدؓ اور ابُورافعؓ ہم بتا چکے ہیں حضورؐ کا تجارتی کاروبار کرتے تھے۔اہلِ بیتِ رسولؐ اُنہی کی نگرانی اور کفالت میں چھوڑے گئے اور یہی دونوں حضرات امانتیں واپس کرنے کے ذمّہ دار تھے۔

☆☆☆

ہجرت

کہتے ہیں کہ نبی کی قدر اُس کے وطن میں نہیں ہوتی لیکن یہ صحیح نہیں۔ قدر تو یقیناً ہوتی ہے مگر جھوٹ اور واہمہ پر قائم مُعاشرہ نبی کی سچّائی کو پسند نہیں کرتا۔ وہ اپنی خرابیاں اپنے ہی ایک فرزند کی زبان سے سُننا برداشت نہیں کرتا۔ دُوسرے الفاظ میں لوگ سچ کو پسند نہیں کرتے اِس لئے دُشمنی پر اُتر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُولؐ کو اطلاع دی کہ تمہیں یہاں سے نِکل کر اپنا میدانِ تبلیغ وسیع کرنا چاہئے۔ کیُونکہ وَلَسَوفَ یُعطِیکَ رَبُّکَ فَتَرضٰی۔ اب تمہارا ربّ تم کو سب کچھ دینا چاہتا ہے جس سے تم خُوش ہوجاؤ، یعنی تم اپنی آزمائش میں کامیاب ہُوئے۔ اب اِنعام حاصل کرنے کے لئے مدینہ (یثرب) کے خُوشگوار ماحول میں پہنچو، جو تمہارے استقبال کے لئے تیّار کیا گیا ہے۔

مگر یہ ہجرت غُربت و مُفلسی یا بے سروسامانی کی ہرگز نہ تھی جیسا کہ روایتوں میں درج ہے۔ حضُورؐ اپنے اہلِ بیت (بال بچّوں) کے آزُوقہ کا انتظام کر گئے، زیدؓ بن حارثہ، ابُورافعؓ آپؐ کے دومولا اس کے ذِمّہ دار تھے۔

آپؐ نے ایک اُونٹ خریدا جو اِسی مقصد سے تیّار کیا گیا تھا اور اُس کی قیمت ۶ سو یا ۸ سو درہم ادا کی۔ جب رونق افروز مدینہ ہُوئے، آپ نے ایک قطعہ زمین خریدا اُس پر مسجد تعمیر فرمائی۔ اُس سے مُلحق چند حُجرے اپنے اہلِ بیت کے لئے بنوائے اور جب اِس مسجد میں باجماعت نماز کا حُکم ہُوا تو ساتھ ہی معیشت کا پہلُو بھی واضح کردیا گیا کہ کوئی تحریک بغیر فنڈز کے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا ٱللَّهَ فَعَسَىٰٓ أُو۟لَٰٓئِكَ أَن يَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾

(سُورۃ توبہ۔ آیت ۱۸)

ترجمہ: "اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز باجماعت پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ (ٹیکس) ادا کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہی لوگ اُمّید ہے کہ ہدایت یافتہ ہونگے۔"

یعنی مسلمان بننے کی کُل شرائط تھیں جن میں ٹیکس کی ادائیگی شامل تھی، جو ہر عاقل بالغ اور کماؤ فرد پر لازمی قرار دی گئی۔

پھر سال بھر بعد جب آپؐ کے مولا ابُورافعؓ اور زید بن حارثہؓ آپؐ کے اہلِ بیت جن میں اب سیّدہ زینبؓ اور اُن کے دو بچّے علی بن ابُوالعاصؓ اور اُمامہؓ بھی شامل تھے، لے کر مدینہ آئے تو حضُورؐ نے اُن کو دو گھوڑے اور پانچ سو درہم انعام دیئے اِس سے معلوم ہُوا کہ غُربت و تنگدستی کا وہاں کوئی وجُود ہی نہ تھا۔

☆☆☆

جنگِ بدر

مدینہ میں اِطمینان حاصل ہُوا اور مسجد تیار ہوگئی تو تبلیغِ دین کا کام شروع ہوگیا۔ آپؐ دِن بھر مسجد میں بیٹھے درس دیتے رہتے، نمازیں پڑھاتے، قرآن سُناتے اور یاد کراتے اور جیسے جیسے طالبانِ حق کی تعداد بڑھتی گئی آپؐ کے درس کی شہرت پھیلنے لگی۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝

(سورۃ الانشراح۔ آیت ۴)

ترجمہ: تمہاری شہرت پھیلادی۔

قریش کو معلوم ہُوا کہ دینِ اِسلام کی تبلیغ کے دروازے کھُل گئے ہیں۔ سارے عرب میں اُس کے چرچے ہو رہے ہیں اور اب مدینہ وہ مرکزیت حاصل کر رہا ہے جو پہلے مکّہ کو حاصل تھی تو وہ ڈرے کہ یہ دین سارے عرب میں پھیل گیا تو لوگ حجّ بیتُ اللہ کو آنا چھوڑ دینگے اور وہ آمدنی بند ہو جائیگی جس پر قریش کا انحصار صدیوں سے رہا ہے۔ یعنی زائرینِ کعبہ جو اُن کے اُونٹ اور بکرے خرید کر قربانیاں کرتے تھے زمزم کا پانی خریدتے تھے، کھانے پینے کی چیزیں خریدتے تھے اور رہائش کا کرایہ دیتے تھے، سب بند ہو جائے گا۔ پھر گوشت اور کھالیں کہاں ملیں گی جو سُکھا کر قریش کے بچّے بیچتے اور کھاتے تھے۔

طے ہُوا کہ اِس نئے مرکز کو قائم نہ ہونے دیا جائے وہ ایک ہزار کی تعداد میں جمع ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہُوئے اور مسلمانوں کو اپنے اِس مرکز اور پناہ گاہ کو بچانے کے لئے

مجبُوراً تلوار سنبھالنا پڑی۔ تھوڑے سے ہتھیار لے کر تین سو تیرہ توحید کے متوالے ایک ہزار کافروں سے بھِڑ گئے اور اُن کی صفوں کو درہم برہم کر دیا ساٹھ ستّر کو مار ڈالا۔

اور اِتنے ہی گرفتار کر لئے باقی جان بچا کر بھاگ گئے۔ اِس سے مسلمانوں کو آئندہ کے لئے کچھ ہتھیار مل گئے۔ چُنانچہ حضرت علیؓ کو ابُوجہل کی تلوار اور زرہ ملی جو بعد کو ذُوالفقار مشہور ہُوئی۔ یہ تیغ نہیں بلکہ تیغہ تھا جو ہڈیاں توڑنے کے کام آتا تھا۔ حضرت علیؓ نے اِس جنگ میں اِسلامی علم سنبھالا تھا۔

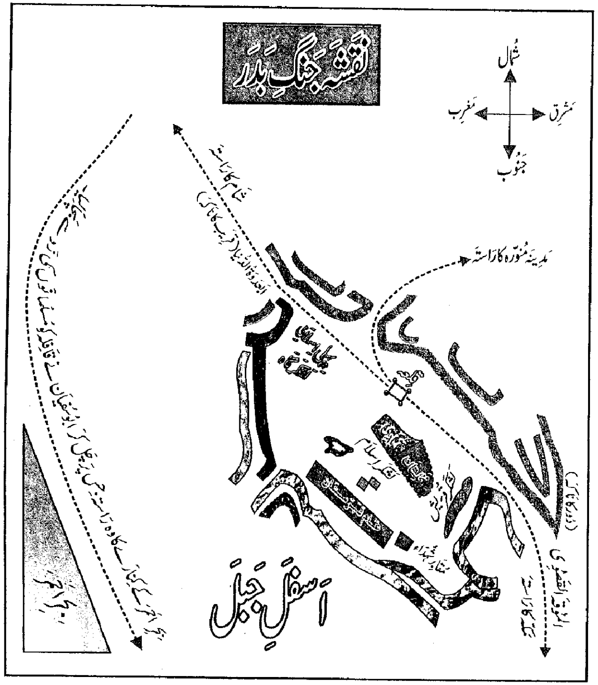

عَلِی اللہ ہے (نَعُوذُ بِاللہ)

یہ کہنا دُرست ہے بشرطیکہ آپ کا اِیمان دُرست ہو۔ اور آپ جانتے ہوں کہ رَبّ اللہ ہے۔ رَحمٰن اللہ ہے۔ رَحیم اللہ ہے۔ اِسی طرح ''عَلِی'' بھی اللہ کا صِفاتی نام ہے۔ عَلِی کے مَعنیٰ اَعلیٰ یا عالی یَعنی بڑا عظیم ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا. (سُورۃ النِّساء۔ آیت ۳۴) اور وَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ. (سُورۃ البقرۃ ۔ آیت ۲۵۵)۔ پَس اللہ کے بندوں کو صِرف ''علی'' کہنا وَیسا ہی مکرُوہ ہے جیسا عبدُالرّحمٰن کو رحمٰن ۔ عبدُالرَّحِیم کو رَحِیم یا عبدُالکرِیم کو صِرف کرِیم پُکارنا شِرک ہے۔

سبائی دُشمنانِ اِسلام نے ''عَلِی اللہ'' کا نعرہ لگا کر جاہِل عوام کو گُمراہ کر دِیا کہ عَلِی مُرتضیٰ خُدا تھے۔ مُسلمان نہیں سوچتے کہ خُدا مَرتا نہیں مگر عَلِی مُرتضیٰؓ مَر گئے۔

عَلِی وَلی ہے

وَلی کے مَعنیٰ وَارِث ہیں جوانی میں بَاپ بچّوں کا وَلی ہوتا ہے اَور بُڑھاپے میں بیٹے ماں بَاپ کے وَلی ہو جاتے ہیں۔ عمُوماً وَلی یا وَلی عہد بیٹے کو کہتے ہیں مگر عَلِی کو وَلی بنا کر سبائیوں نے پڑھے لِکّھے اِحمقوں کو بھی چکّر میں ڈال دِیا کہ عَلِی خُدا کا بیٹا ہے جو بَاپ کے بَعد گدّی نشین ہُوا اَور خُدا (نَعُوذُ بِاللہ) بیکار ہو گیا۔ مگر اِسلام اَیسے وَلِی کو قبُول نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ نے عیسیٰ علیہِ السَّلَام کو خُدا کا بیٹا کہنے وَالوں کو مُشرِک اَور کافِر کہا ہے۔ (بجَواب اِمامیہ پَند)

☆☆☆

پہلا اِسلامیہ کالج

جنگ سے فَراغَت ہُوئی تو تبلِیغِ دِین کا کام پِھر شُروع ہو گیا۔ فتحِ بدر کی خبر سُن کر عربوں کو اِس نئے دِین کے بارے میں سوچنا پڑا جس میں تِین سو آدمِی اَپنے اللہ کی مدد سے ایک ہزار کو مار بھگاتے تھے، وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آکر حضُورؐ کے دَرس میں شامِل ہونے لگے۔ مَسجِدِ نبویؐ صُبح سے شام تک مُتلاشِیانِ حق سے بھری بھری رہتی۔ لوگ اَپنے شکُوک رَفع کروانے اَپنی معلُومات بڑھانے اور نئی باتیں سیکھنے کے لئے جمع رہتے اَور قُرآن سیکھتے یاد کرتے، نمازیں پڑھتے اَور دُعائیں مانگتے۔

اَب اُن کے دَرس میں ایک مضمُون کا اِضافہ ہو گیا اَور یہ مضمُون حرب وضرب تھا یَعنِی مُسلمانوں کے لئے فوجی تربیّت بھی لازمی قرار دے دِی گئی۔ کیُونکہ اُن کو معلُوم تھا کہ قُریشِ مکّہ بدر کا بدلہ لینے ضرور آئیں گے اَور اُنھیں مُقابلہ کرنا پڑے گا۔

☆☆☆

زنانہ کالج

مردوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام ہُوا تو عورتوں کو بھی شوق پیدا ہُوا وہ مسجد میں حاضر ہونے اور اپنے مسائل پُوچھنے لگیں۔ حضورؐ کو ضرورت محسوس ہُوئی کہ عورتوں کا شعبہ علیٰحدہ ہونا چاہئے اور وہاں ایک لیڈی ٹیچر بھی ہو، جو عورتوں اور بچّیوں کو تعلیم دے سکے۔ حضورؐ نے اپنے رُفقاء کار سے اِس کا ذکر کیا اور کسی ہُوشیار تعلیم یافتہ اور سمجھدار خاتُون کی خدمات حاصل کرنے کا مشورہ دیا جو دین سے بھی واقف ہو اور عورتوں پر اثر انداز بھی ہو سکے۔

صحابہؓ نے اپنے گھروں میں ایسے اُمیدواروں کی تلاش شرُوع کر دی۔ حضرت ابُوبکرؓ نے اپنے گھر میں ذکر کیا آپؓ کی بیٹی سیّدہ عائشہ صدیقہؓ جن کی نسبت مکّہ میں جبیرہ بن مُطعم سے کی تھی مگر کفر و اسلام کے جھگڑے میں وہ منگنی ٹُوٹ گئی تھی۔ مُطعم بن عدی نے مُسلمان لڑکی کو بہُو بنانے سے انکار کر دیا۔ پھر ان سے شادی نہ ہو سکی اور وہ مدینہ آگئیں جہاں مُسلمانوں کو اتنا اطمینان کہاں تھا جو اپنے لڑکے لڑکیوں کی شادیاں کرتے وہ بھی سیّدہ فاطمہؓ کی طرح بیس اکیس سال کی ہو چُکی تھیں جو عرب مُعاشرے میں معیوب سمجھا جاتا تھا۔

سیّدہ صدیقہؓ نے سُنا تو اپنی زندگی اشاعتِ دین کے لئے وقف کرنے کا اعلان کر دیا۔ اِسی لئے حضورؐ سے عقدِ نکاح کی منظوری دے دی۔ آپ کی عُمر بیس سال سے اُوپر ہو چُکی تھی۔

اِس طرح آپ کاشانۂ نبویؐ میں جلوہ افروز ہُوئیں۔ آپؓ نے تعلیمِ نسواں کا شُعبہ سنبھال لیا۔ یہ حُجرہ جو مسجدِ نبویؐ سے مُتصل تھا اگلے پچّاس سال تک علم و فضل کی روشنی پھیلاتا رہا۔ جس سے آج تک دُنیائے اسلام منّور ہے۔

عجمی مجُوسیوں نے اِس نکاح پر بہُت کچھ حاشیہ آرائی کی ہے جسے جمع کر کے آج بھی دُشمنانِ اسلام (مجُوسی زادے) وفاتِ عائشہؓ جیسی ناپاک کتاب پیش کرتے ہیں اور مُعاشرے میں گندگی پھیلاتے ہیں مگر کوئی مولوی دم نہیں مارتا۔ مودُودی صاحب بھی چُپ ہیں جس سے اُن کی اصل کی نشاندہی ہوتی ہے۔

اِن روایتوں کے ذریعہ دراصل خُود رسُول اللہ کو مطعُون کرنا مقصُود تھا۔ حالانکہ شرع کی رُو سے مُسلمان عورتوں کو اجازت ہے کہ قبل از بلوغ نکاح جو والدین نے کر دیا ہو چاہیں تو فسخ کروا سکتی ہیں۔ مگر مُلّا عنہ عجم نے خُود شارعِ اسلام علیہ السّلام پر یہ بُہتان تھوپ دیا کہ آپؐ نے چھ سالہ بچّی سے دل بہلانے کے لئے نکاح کر لیا تھا۔ معاذاللہ۔ لعنتُ اللہ علی الکاذبین۔

☆☆☆

حکومتِ اسلامیہ کا قیام

اِعلانِ نبوّت کے بعد چودہ پندرہ سال رسُولؐ اللہ اور اُن کے اصحابِ کرام کے لئے کیسے پُرآشوب اور اذیّت ناک تھے اِس کا اندازہ لگانا مُشکل ہے۔

کُفر و اِسلام کی جنگ کوئی دو قوموں یا دو مُلکوں کی جنگ نہ تھی یہ جنگ تو ایسی تھی کہ بھائی بھائی کا دُشمن تھا۔ باپ بیٹے سے اور چچا بھتیجے سے برسرِ پیکار تھے۔ ہر معرکے کے بعد پتہ چلتا کہ کسی نے اپنے بھانجے بھتیجے یتیم کر دیئے۔ کسی نے اپنی بہن خالہ پھُوپھی کو بیوہ کر دیا ہے اور ملُول و غمگین ہوتا۔

ایسے لوگوں کے کرب و اضطراب کا اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے۔ کہتے ہیں ایک بار عبدُالرّحمٰن بن ابُوبکرؓ نے صِدیقِ اکبرؓ سے کہا ''جنگِ بدر میں آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے مگر میں نے ہاتھ روک لیا''۔ صِدّیقِ اکبرؓ نے کہا ''مگر تُم میری زد میں آجاتے تو میں نہ چھوڑتا'' اور یہ مذاق نہیں تھا مُسلمانوں کا جوشِ ایمان ایسا ہی پُختہ تھا۔

بدر کی فتح کی خبر دُور دراز پھیل گئی تو مُسلمانوں کی ہمّت بندھی اُن میں اِستقلال اور اِستحکام کا اِحساس پیدا ہوگیا اور وہ ہر طرف سے آکر مدینۃُ الرّسُولؐ میں جمع ہونے لگے۔ نہ تو مدینۃُ الرّسُول کوئی باغِ رضواں تھا جہاں کھانے پینے کی چیزیں سڑکوں پر دھری تھیں اور نہ آنے والے کوئی سرمایہ دار یا صنعت کار تھے جو شہر کو ترقّی دینے آرہے تھے۔ البتّہ وہ اِس شہر کی تارِیخ اور جُغرافیہ بنا رہے تھے۔

اور یہ وہی لُٹے پِٹے پریشان حال مُسلمان تھے جو دس بارہ سال پہلے مکّے سے نِکالے

گئے تھے اور غُربت، مُسافری و جِلاوطنی کے مصائِب جھیل کر اپنے نئے مرکز پر جمع ہو رہے تھے۔ اُن میں بے شُمار بیوائیں یتیم اور کنوارِی بے بیاہی لڑکیاں تھیں جن کی پردیس میں شادیاں نہ ہوسکیں اور بیشتر حضُورؐ کے رِشتہ دار اور بھائی بہن بھی تھے۔ مثلاً عبُداللہ بن جحش اور اُن کی بہن زینبؓ بنتِ جحش حضُورؐ کے پھُوپھی زاد بھائی بہن اور ایک شہزادی تھی جو ہجرت کے ساتھ بیوگی کا داغ بھی جھیل کر آئی تھی۔ سردارِ مکّہ ابُوسفیانؓ کی بیٹی جو اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئی وہاں شوہر کا اِنتقال ہوگیا۔

حضُورؐ کو اِطلاع مِلی تو آپؐ نے شاہِ حبشہ کو خط لکھّا کہ میرے بھائی عبداللہ بن جحش کی بیوہ بے سہارا ہوگئی ہے اُسے مدینہ بھیجنے کا اِنتظام کر دیجئے۔ شاہ نے اُن کو دربار میں بُلایا اور پُوچھا کہ وہ کہاں جانا پسند کریں گی۔ سردارِ مکّہ کے پاس یا سردارِ مدینہ کے پاس اور جب معلُوم ہُوا کہ وہ مدینہ جانا چاہتی ہیں تو اُن کا نِکاح رسُولؐ اللہ سے کر دیا۔ آپؐ کے داماد عُثمانِؓ غنی نے خُطبۂ نِکاح پڑھا اور بیٹی رُقیہؓ بنتِ رسُول اللہ اُن کو ساتھ لے کر مدینہ چلی آئیں۔ اِس طرح سیّدہ اُمّ حبیبہ بنتِ سیّدنا ابُوسفیان رضی اللہُ عنہُ کاشانہ نبوّتؐ کی زینت بنیں۔ آپ کی واپسی شرارتاً جنگِ خیبر تک مُؤخّر کر دی گئی۔

ابُوسفیان کو اِطلاع ہُوئی تو کہا، اب میں محمّدؐ سے لڑ کر کیا اپنی ہی ناک کاٹوں چُنانچہ اُن کی مُخالفت ختم ہوگئی۔ مگر قُریش کو چین نہ آیا۔ اُنھیں بدر کا بدلہ لینا تھا اور اُس نئے مرکزِ اِسلام کو ختم کرنے کا بڑا ارمان تھا۔

☆☆☆

جنگِ اُحد

اِسلام کی شُہرت پھیل رہی تھی۔ کافروں اور مُشرکوں کو وَحشت آ رہی تھی۔ اِس بار وہ تین ہزار کی تعداد میں حملہ آور ہُوئے۔ اُس وقت مُسلمانوں میں لڑنے والوں کی تعداد بھی بڑھ کر ایک ہزار ہوگئی تھی، مُقابلہ ہُوا دونوں کو نُقصان اُٹھانا پڑا لیکن ہزیمت کُفر ہی کے لئے لکھّی جا چُکی تھی وہ ناکام و نامُراد واپس ہُوئے۔ حضرت علیؓ اِس جنگ میں مرہم پٹّی کرتے تھے حضورؐ کے زخم دھو کر آپؐ نے پٹّی باندھی۔

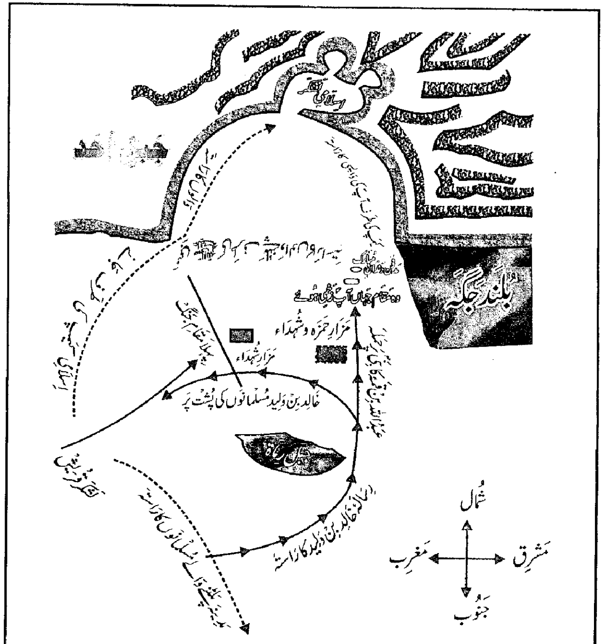

جنگِ خندق

چوتھے سال اُنھوں نے جزیرہ نُمائے عَرب کے تمام کافروں، یہودیوں اور عیسائیوں کو جمع کر کے دَس ہزار کے جتھّے سے یلغار کا فیصلہ کیا۔

اُس وقت مدینہ میں سلاح بند اہلِ ایمان کی تعداد ۳ ہزار ہو چُکی تھی، پھر بھی حضورؐ نے اُن کو لڑا کر عربوں کی قوّت ضائع کرنا مُناسب نہ جانا اور مُعاملہ اللہ پر چھوڑ دیا۔ سُورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ⑨

(سُورۃ الاحزاب۔ آیت ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے اِحسانوں کو یاد کرتے رہو۔ جب تُم پر آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیجیں جنہیں تُم دیکھ نہ سکتے تھے اور تُم جو کُچھ کرتے ہو اللہ دیکھتا ہے۔

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ⑩

(سُورۃ الاحزاب۔ آیت ۱۰)

ترجمہ: جب وہ اُوپر اور نیچے سے تُمہاری طرف آنے لگے تو تُمہاری آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور دِل گلوں میں آ گئے اور تُم اللہ کے بارے میں بدگُمانیاں کرنے لگے۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾

(سُورۃ الاَحزاب۔ آیت ۱۲)

ترجمہ: اُس وقت مُنافِق اور وہ لوگ جِن کے دِلوں میں کھوٹ ہے کہنے لگے کہ اللہ اور اُس کے رسُول نے جو وعدہ کیا تھا وہ دھوکا تھا۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾

(سُورۃ الاَحزاب۔ آیت ۱۴)

ترجمہ: اگر دُشمن چاروں طرف سے اندر گھُس آتے اور خانہ جنگی کے لئے کہتے تو یہ (مُنافِق) فوراً اُن کے ساتھ ہو جاتے یا جو آسان ہوتا کرتے۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾

(سُورۃ الاَحزاب۔ آیت ۲۵)

ترجمہ: مگر اللہ نے کافِروں کو ناکام و نامُراد بھگا دِیا۔ اُنہیں اُس لشکر کشی سے کوئی فائدہ نہ ہُوا اہلِ ایمان کے لئے اُس جنگ میں اللہ کافی تھا۔ اللہ ہی قُوّت اور عِزّت کا مالِک ہے۔

اِس سے معلُوم ہُوا کہ خندق کھودنے اور مُبارِزت چاہنے کی تمام باتیں جھُوٹی ہیں۔ وہاں ایک زوردار آندھی آگئی اور اُن کی بساطِ جنگ اُلٹ گئی۔ ابُوسُفیان پہلے ہی اپنے داماد سے لڑنا نہ چاہتے تھے آندھی کو بہانہ بنا کر فوراً بھاگ کھڑے ہُوئے۔ دراصل وہ ایمان لا چکے تھے۔ اِس کے بعد مُسلمانوں کو قُریش سے لڑنے کی ضرورت نہ رہی۔ رسُولؐ کا اصل دُشمن ابُوسُفیان بِن حارِث بِن عبدُالمُطّلِب ہاشمی تھا۔ مجُوسیوں نے اُس کی دُشمنی بھی سیّدنا ابُوسُفیانؓ بِن حرب اُمّوی کے کھاتے میں ڈال دِی ہے۔

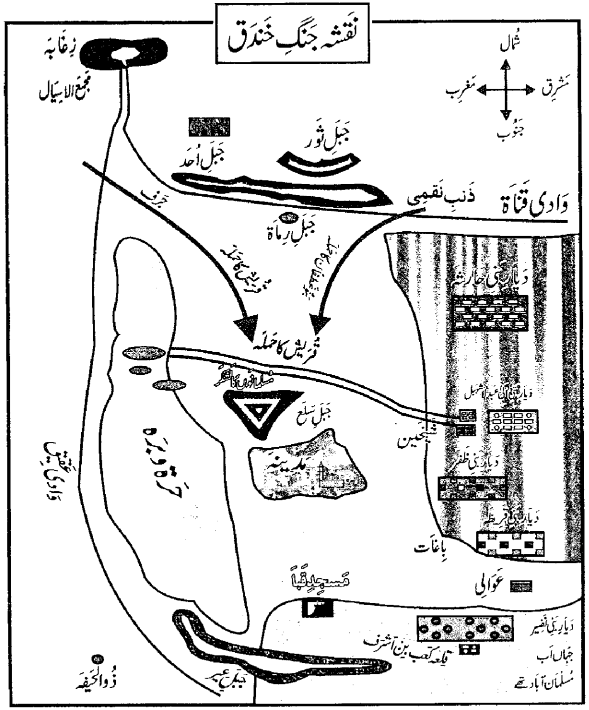

نئی حکمتِ عملی

اب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو جنگ کی حکمتِ عملی بدلنے کا حکم دیا، کہا کہ بس مُدافعت ہو چکی۔ اب کافروں کی سرکوبی کے لئے باہر نکلو اور خود اُن کے ٹھکانوں پر حملہ کرو۔ گاؤں کے بعد گاؤں اور شہر کے بعد شہر فتح کر کے اسلام کا مطیع و منقاد بناؤ۔ اُن کے دلوں میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا رُعب بٹھا دو تا کہ پھر کبھی تمہاری طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھ سکیں۔ وہ حکم تھا (سُورۃ التّوبہ) بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی طرف سے اجازت ہے)۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ (مُشرکوں کو قتل کرو) حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ (جہاں پاؤ) فَاِنْ تَابُوْا (حتّٰی کہ توبہ کرلیں) اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (نکل پڑو خواہ ہلکے اسلحہ ہوں یا بھاری) وَجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ (اور جہاد کرو اپنے مال اسباب سے) وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں) ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)۔

یعنی بچاؤ اور مُدافعت کا زمانہ ختم ہوا اب بڑھ کر مارو اور حملہ کرو کہ بہترین مُدافعت جہاد ہے چنانچہ ۱۰ سال کی مختصر مدّت میں جزیرہ عرب کے ۱۰ لاکھ مُربّع میل پر ہر طرف نعرہ اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ گونجنے لگا اور بقول جنرل اکبر اُن ۲۸ غزوات میں ہزار بارہ سو سے زیادہ جانوں کا اتلاف نہیں ہوا جن میں مومن و کافر کا تناسب ۵:۱ کا رہا۔

یہودی اور مجوسی مؤرخوں نے اُسے ایک خون آشام دور بنا کر پیش کیا ہے اور

اسلام کی بدنصیبی دیکھئے کہ آج بھی لائف آف محمدؐ (سیرۃ ابنِ اسحٰق) ایک یہودی (A.GAULAM) شائع کرتا ہے تو مسلمان پڑھتے ہیں اُن کو بارہ سو سال میں ایک مسلمان مؤرخ نہ ملا جو ہماری تاریخ دُرست کرتا۔ اُستاذی مرحوم محمود احمد عبّاسی نے واقعہ کربلا کا بُطلان کیا تو روافض کے ساتھ بدعتی سُنّی بھی اُن کو ناصبی و خارجی کہنے لگے۔ اب وہی مُردہ پرست مُشرک ہمارے خلاف اعلانِ جہاد فرماتے ہیں۔

نقشہ جزیرہ نما عرب

صُلح حُدیبیہ

اَمن کا پیغام لے کر آپؐ عُمرے کے اِرادے سے چودہ سو جاں نِثاروں کے ساتھ مکّہ کی طَرف روانہ ہُوئے۔ اہلِ مکّہ نے سُنا تو پریشان ہو گئے مُسلمانوں نے بتلایا کہ وہ طواف اور عُمرہ کرنے آئے ہیں مگر کافر کا دِل ہی کِتنا وہ ڈرے کہ شہر میں داخل ہو کر قتلِ عام شُروع کر دِیا تو کیا ہوگا۔ اِس لئے صُلح کی درخواست کرنے لگے حضُورؐ نے منظور کر لیا۔ ڈھیل دیکھی تو شرط لگا دی کہ مُسلمان اِس سال عُمرہ نہ کریں بلکہ اگلے سال آئیں۔

آپؐ تو رحمۃُ لِلّعالَمین تھے، اپنی قوم اور اپنی برادری کی دِلداری کیوں نہ کرتے، آپؐ نے وہ شرط بھی مان لی۔ مُسلمانوں کو دُکھ ہُوا کہ اِس وقت کمزوری دِکھانے کا کیا موقع تھا مگر رحمتِ عالَم اور ارحمُ الرّاحمین اِس کے نتائج جانتے تھے۔ اِس وُسعتِ قلبی اور درگزر کا نتیجہ یہ ہُوا کہ قُریش کے دِل موم ہو گئے اور اسلام اور ہادیٔ اِسلام کو اپنا دوست سمجھنے لگے۔ قبائل پر اس کا اچھّا اثر پڑا قُریش کے ساتھ وہ بھی مُطیع ہو گئے۔

☆☆☆

فتحِ خیبر

آپؐ کو خیبر میں سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی اِطلاع مِلی کہ یہُودی جمع ہُوئے ہیں اور وہ مدینہ کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ آپؐ نے اِجازت دِی کہ یہُودیوں کی سرکوبی کی جائے اور آئندہ کے لئے سرزمینِ عرب سے اِس ناپاک قوم کو نکال دِیا جائے۔

اِسی کا نتیجہ ہے کہ یہُودی ذُرّیت آج تک مُسلمانوں کی دُشمن ہے۔ مُسلمانوں کو نقصان پُہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی ہے اس نے ہماری تاریخ، ہماری تفسیر، فقہ اور حدیث، مُسلمانوں کے بھیس میں گُھس کر تباہ کی ہے۔ مگر مُسلمان اپنے دُشمن کو پہچاننے سے عاری ہیں۔

بابِ خیبر

قلعۂ خیبر کے کھنڈرات جو آج بھی نشانِ عبرت ہیں

فتح مکّہ

دوسال بعد رمضان ۸ھ میں آپؐ نے پھر مکّہ کا رُخ کیا اِس بار آپؐ کے ساتھ دَس ہزار جاں نثار صحابہؓ تھے۔ اہلِ مکّہ نے کوئی مزاحمت نہ کی اَپنے دروازے کھول دِیئے سردارِ مکّہ سَیّدِ نا ابُوسُفیانؓ رَضِی اللّٰہ عنہُ نے کئی مَنزِل آگے بڑھ کر اِستقبال کیا اور شاہانہ شان وشوکت کے ساتھ حضُورؐ کو لے کر مکّہ میں داخِل ہُوئے۔

آپؐ نے حُکم دِیا کہ خانۂ کعبہ اور اُس کے صحن میں رکھّے ہُوئے تمام بُت توڑ ڈالے جائیں اور سَقفِ کعبہ سے اذان کی آواز بُلند ہو۔ شِرک کے تمام اَثرات مِٹا دِیئے جائیں۔ کہتے ہیں وہاں حضرت اِبراہِیمؑ اور اِسمٰعیلؑ کے بُت بھی رکھّے تھے مگر حضُورؐ نے حُکم دیا کہ بُت خواہ کسی کے بھی ہوں باقی نہ رہنے دِیئے جائیں۔ حتّٰی کہ تمام اُونچی قبروں کو توڑ دینے کا حُکم دِیا تا کہ مُردوں کی بُزرگی اور تقرّبِ خُداوندِی کا تصوّر ختم ہو جائے اور اِنسان، واہموں سے آزاد ہو جائے کہ مُردے ناراض ہو کر نُقصان پُہنچا سکتے ہیں۔ اِسلام کی تعلیم تھی لاحَولَ وَلاَ قوّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ، اللّٰہ کے سِوا کسی سے ڈرنے کی ضُرورت نہیں۔

چُنانچہ فتحِ مکّہ کی خبر سارے جزِیرۂ عرب میں پھیل گئی اور کُفر کی ہِمّتیں پست ہوگئیں مُسلمانوں سے ٹکّر لینے کا کسی کو یارانہ رہا اور ہمارے رسُولِ مقبُول علیہِ الصَّلوٰۃ والسَّلام نہ صِرف سردارِ عرب بلکہ دِین و دُنیا کے بادشاہ تسلیم کر لئے گئے۔ لیکن ابھی آپؐ کو سارے عالم کا مُصلِح، مؤدّب اور ہادِی یعنی نبی آخرُ الزّماں اور رسُولِ خاتمُ الاَنبیاءٔ ہونے کا ثبُوت دینا تھا۔ چُنانچہ آپؐ کے سفیر ہرقلِ رُومی، مُقوقِس مِصر، شاہِ حبشہ اور کسرائے عجم (اِیران) کے درباروں میں پُہنچے اور اعلانِ حقّ کرنے لگے۔

نقشہ فتح مکّہ

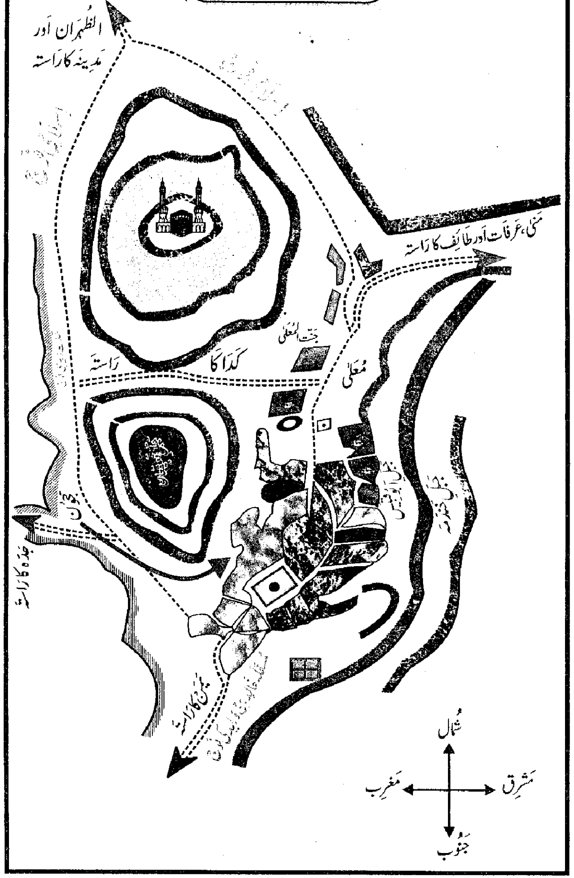

منزلِ مُراد

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿١١﴾

(سُورۃ الضُّحیٰ ۔ آیت ۱۱)

ترجمہ: جب ہم نوازیں تو شکر ادا کرو اور اُس کا چرچا کرو دُوسروں کو بتاؤ۔

اِس سے ظاہر ہُوا کہ جو لوگ اچھی زندگی گزارتے ہیں اپنے فرائضِ منصبی، دیانتداری سے بجالاتے ہیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتے ہیں۔ اُن کو حق ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور لوگوں کو بتائیں تاکہ اُن کی تقلید کی جائے اور اُن کو نمونہ بنایا جائے۔

چُنانچہ اللہ نے اپنے رسُولؐ کو حکم دیا کہ جاؤ اور ہمارے احسانات کا اعلان کرو، ہمارا شُکر ادا کرو اور اپنی کامرانی کے اسباب ساری دُنیا کی رہنمائی کے لئے اِسی عظیم اور قدیم مرکزِ اِسلام سے نشر کرو جہاں سے کبھی تُم نکالے گئے تھے۔ تاکہ دُنیا والوں کو معلوم ہو جائے اور قیامت تک معلوم ہوتا رہے وہ حکم تھا،

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾

(سُورۃ الحج ۔ آیت ۲۷)

ترجمہ: لوگوں کو حج کے لئے بُلاؤ کہ پیدل یا سوار جیسے بھی ہو دُور دراز اور نزدیک سے آکر تُمہارے ساتھ ہو جائیں۔

یہ حکم پاتے ہی عرب کے گوشے گوشے سے توحید کے پروانے اپنے رسُولؐ کے گرد جمع ہونے لگے۔ ۱۶ ذی القعدہ ۱۰ھ کو ایک لاکھ ستاروں کے جھرمٹ میں عرب کا چاند عازمِ مکّہ ہُوا۔ خُود حج کے مناسک ادا کئے اور اُمّت کو سکھائے پھر عرفات کے میدان میں سب کو جمع کیا اور خطاب فرمایا، اہلِ مکّہ بھی موجود تھے۔

آخری خُطبہ

- اللہ کی ذات ہی حمد و ثناء کے لائق ہے جو ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، اُس کے سِوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔
- اللہ نے اپنا وعدہ پُورا کر دیا اُس نے اپنے رسُولؐ کی مدد کی اور تمام باطل قوّتوں کو رُسوا کر دیا۔
- میری باتیں سُنو اور یاد رکھو، شاید پھر اس طرح جمع نہ ہو سکیں۔
- اللہ نے اِنسان کو ایک ماں باپ سے پیدا کیا اور تُمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا تاکہ تُمہاری پہچان ہو سکے۔ اللہ کے پاس عزّت اُسی کی ہے جو مُتّقی ہے۔
- کسی عربی کو عجمی پر فوقیت ہے نہ کسی عجمی کو عربی پر، کوئی کالا گورے سے افضل نہیں، نہ گورا کالے سے۔ فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے یعنی اللہ کا ڈر۔
- اے قُریش کے لوگو! ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دِن تُمہاری گردنوں پر دُنیا کا بوجھ ہو اور دُوسرے سامانِ آخرت لے کر پہنچیں، ایسا ہُوا تو اللہ کے سامنے میں تُمہارے کام نہ آسکوں گا۔[1]

---

[1] شفاعت سے اِنکار۔

- جب تُم اللہ کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے وہ تُم سے تمہارے اَعمال کی باز پُرس کرے گا۔[2]
- ہر مؤمن دُوسرے مؤمن کا بھائی ہے یعنی اہلِ ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔[3]
- اَپنے ماتحتوں اور غُلاموں سے اَچھّا سلُوک کرو، اُن کو وہی کِھلاؤ جو خُود کھاؤ۔
- بچّہ اُسی کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، جو کوئی اَپنا نسب بدلے گا یا اَپنی نِسبت کسی دُوسرے سے لگائے گا اُس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔
- اَپنی عورتوں سے اَچھّا سلُوک کرو، وہ تُمہاری ذِمّہ داری ہیں (زیرِ کفالت) وہ خُود نہیں کما سکتیں۔ اُن کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تُم نے اُنہیں اللہ کے نام پر حاصل کیا ہے۔ اور اللہ کے حُکم سے وہ تُم پر حلال ہُوئی ہیں۔
- اور سُنو! میں تُم میں ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہُوں کہ اگر اِس پر قائم رہے تو کبھی گُمراہ نہ ہوگے اور وہ اللہ کی کِتاب ہے۔[4]
- دیکھو دِین کے مُعاملے میں غُلو نہ کرنا، تُم سے پہلے لوگ ایسی ہی باتوں سے ہلاک ہو چُکے ہیں۔

---

۲ سیّدی کے دعویدار، آلِ مُحمّدؐ سے خطاب ہے۔

۳ واضح رہے کہ ہر مُسلمان کا صاحبِ ایمان ہونا کافی نہیں پس مُختلف فِرقوں کے لوگ بھائی بھائی نہیں ہوتے، جو کہتا ہے جُھوٹا ہے۔

۴ صِرف ایک چیز چھوڑی جسے رُوافض نے دو بنالیا۔ قُرآن اور اہلِ بیتؑ۔ سُنّیوں نے اُسے قُرآن وسُنّت کرلیا ہے، یہ شرارت ہے۔

- لوگو! اَپنے ربّ کی عِبادت کرو، نمازیں پڑھو، روزے رکھو اور اَپنے مال سے زکوٰۃ دو، اور اللہ کے گھر کا حجّ کرو۔
- اَپنے حاکم اور سردار کی فرمانبرداری کرو۔[1] اِتنا کرلیا تو تُم جنت کے حقدار ہو جاؤ گے۔
- جو لوگ یہاں موجود ہیں، وہ یہ باتیں اُن تک پہنچا دیں جو یہاں نہیں ہیں، شاید کوئی غیر حاضر تُم سے بہتر سمجھنے اور یاد رکھنے والا ہو۔

☆☆☆

---

۱ جو مُسلمان اَپنے حاکم کو گالیاں دیتے ہیں عبرت حاصل کریں۔

سَنَدِ خِدمَت

حجّ سے وَاپسِی پر اللہ تعَالیٰ نے سُورۃ مائِدہ میں اَپنے رَسُولؐ کی خِدمَات کو سَراہا اور سَندِ خدِمَت عطَا فرمائی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ

(سُورۃ المَائِدہ۔ آیتْ ۳)

تَرجمہُ: آج کے دِن تُمہارا دِین مُکمّل ہوگیا، تُم پر ہماری نِعمتیں (نوازشیں) بھی پُوری ہوچکیں۔ ہم تُمہارے دِینِ اِسلام سے خُوش ہیں۔

اِس میں اِشارَہ تھا کہ تُمہارا دُنیاوِی مِشن کامیاَب رَہا۔ تُم نے اَپنا کام خُوش اُسلُوبی سے اَنجام دِیا اَور اِس کا اِنعَام پَایا یعَنیِ تُمہاری قوَم (عرَب) نے تُم کو بالآخر دِین و دُنیا کا بادُشاہ تَسلِیم کرلیا اَب واپسی کے لئے تیّار ہوجاؤ اور آخرت کے اِنعَامَات کا اِنتظار کرو۔[1] حجّ سے وَاپسی کے بعد ماہِ صفر کے آخِری بُدھ (چہارشَنبہ) کے دِن غالِباً ۲۷ تارِیخ تھی آپؐ عَلِیل ہوگئے اَور پندرہ یوَم کے بعَد ۱۲ ربیعُ الاوّل سنہ ۱۱ ھ کو آپؐ نے وَفات پائی۔ اُس وقت آپؐ کی عُمر ۶۰ یا ۶۲ سال تھی بَعض نے ۶۳ سال بتَائی ہے۔ دُشمنانِ اِسلام اِسی آخرِی چہارشَنبہ کو کچُھ اِس شاَن سے مناَتے ہیں:

---

[1] اِسَبائیوں نے اُس دِن کا نام غدِیرِخُم رَکھاّ ہے۔ کہتے ہیں اُس دِن عَلِی مُرتضیٰ کو "مَولاَ" بنَایا گیا تھا اِس لئے ۱۸ ذِی الحجّہ کو بڑا غدَر مچَاتے ہیں جو دَراَصل شہادَتِ عثُمان رضی اللہ عنہ کا دِن ہے۔ مُسلمانَوں کو دَھوکا دیتے ہیں کہ اِس نام کا ریگستَان میں کوئی تالاَب تھا جِس کے گِرد جَشن مَنایا گیا حالانکہ غدِیرخُم کے معَنیٰ ہیں شرَاب کے مَٹکے کے گِرد رَنگ رَلیاَں مَنانا اَور عَیش کرنا یہ آلِ نمرُود کا جَشن ہے۔

چلو صفر ماہِ آخر . شنبہ چار ہے
مانند کی بُو و مُشک مَئے کے بھَر میں چمَن دِیں رَکھّ
مَست کے ہوَ اَور پِیئے کے بھَر آئے جو
پھاَنڈ جائے کو پھُولوں پِھرے رَوندَتا کو سَبزے

بَدقِسمتی سے بیشترَ ہِندی مُسلمَان یہ جَشن مَناتے ہیں۔ کہتے ہیں آخری چہار شَنبہ کو آپؐ نے غُسلِ صحّت فرمَایا تھا۔ اور ۱۲ ربیع الاوّل کو آپؐ پیدا بھی ہُوئے تھے جبکہ اِسلامی کیلنڈر ۱۶ ھ میں حضرَتِ عُمرؓ نے مُقررّ کیا عربوَں میں کَیلَنڈر جنتری کا روَاج نہ تھا پِھر یہ تارِیخیں کہاں سے ملِیں۔ اللہ مُسلمانوَں کو گُمراہی سے نِکالے اَہلِ اِیماَن کے لئے یومِ وَفات ہی یَادگار ہونا چاَہیئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

بازگشت

اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِی

ہر نکاح کرنے والے مسلمان کو یہ حدیثِ قدسی سنائی جاتی ہے اور اسے سنّت پر عمل کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ پھر مولائی (مولوی) اس میں کامیاب ہونے اور سرخرو ہونے کی دعا کرتا ہے۔

ہماری تاریخ بتاتی ہے کہ رسول اللہؐ کو خوشبو اور عورتیں بے حد مرغوب تھیں، آپؐ کی مستقل ازواج گیارہ تھیں۔ آپؐ نے اُن کی باری مقرر کر دی تھی۔ کسی کی باری ناغہ نہ فرماتے سوائے حضرت سودہؓ کے اُنہوں نے اپنی باری اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ کو دے دی تھی وغیرہ۔ طبری کا بیان ہے کہ ان کے علاوہ بھی آپؐ نے بے شمار نکاح کیے۔ اُس نے تیس پینتیس نام گنائے ہیں۔

ہماری حدیث شریف فرماتی ہے۔

دَوَّرَ عَلٰی نِسَائِہٖ فِیْ السَّاعَۃِ الْوَاحِدَہ وَمِنْ اِحْدٰی عَشَرَۃٍ۔

ترجمہ: آپؐ ایک ہی وقت میں سب سے فارغ ہو لیتے تھے جبکہ وہ گیارہ تھیں۔ (نعوذ باللہ)

ان باتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ہم کو شرم آتی ہے۔ مولوی کہتا ہے کہ یہ باتیں رسولؐ کے لئے باعثِ افتخار ہیں مگر اپنے پیش رو محترم غلام جیلانی برق کی کتاب ''دو اسلام'' سے

اس مضمون پر تھوڑی سی بحث قدرے تصرّف کے ساتھ پیش کرنے میں حرج نہیں پاتے۔

۱۔ ۵۲ سال کی عمر تک آپؐ نے صرف ایک بیوی پر اکتفا کی (سیّدہ خدیجہؓ) یعنی مکّہ کے قیام میں آپؐ کو خوشبو اور خواتین کا کوئی شوق تھا یا نہیں۔

۲۔ مدینہ میں جہاں مکّے سے نکالے ہوئے مسلمان آکر جمع ہونے لگے اور اُن کے اہلِ خاندان آکر اُن سے ملنے لگے جن میں اُن کی بیٹیاں اور بہنیں بھی تھیں، جن کی شادیاں نہ ہو سکی تھیں جیسے خود بناتِ الرّسولؐ یا سیّدہ زینبؓ بنتِ جحش، سیّدہ عائشہ صدّیقہؓ جن کی منگنی صرف اس لئے ٹوٹ گئی کہ وہ مسلمان باپ کی بیٹی تھیں اور جبیر بن مطعم ہنوز مسلمان نہیں ہوئے تھے اُن کی جوانیاں ڈھل رہی تھیں۔ پھر شہدائے بدر کے پس ماندگان کو سمیٹنا اور سہارا دینا تھا پس اللہ تعالیٰ کا حکم آ گیا، اُن کی آباد کاری کرو۔

فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ

ترجمہ: ''جو تمہیں پسند آئیں اُن میں سے دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو'' (سورۃ النساء۔ آیت ۳)

تاکہ معاشرے میں بے بیاہی لڑکیاں اور بیوائیں نہ پھریں جس سے گندگی پھیلے اور گناہ جنم لے۔

چنانچہ آپؐ نے بھی چار نکاح کر لئے سیّدہ اُمِّ سلمہ، اُمِّ حبیبہ، حفصہ و عائشہ رضوان اللہ علیہن۔ مقصد ان نکاحوں سے تبلیغِ دین میں تعاون تھا۔ سیّدہ عائشہؓ نہایت زیرک اور عقلمند تھیں اُن میں دین کو سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت تھی۔ سیّدہ حفصہؓ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں اُن سے تدوینِ قرآن کا کام لینا تھا۔ برق صاحب پوچھتے ہیں،

پھر ان خواتین میں سے کوئی اولاد کیوں نہ ہوئی۔ کیا سب بانجھ تھیں نہیں اُن کے پہلے

شوہروں سے اولاد تھی جو آلِ رسولؐ قرار پائے اُن کو مزید اولاد کی ضرورت نہ تھی یا کوئی کہے کہ بُڑھاپے کی وجہ سے رسولؐ کے اولاد نہ ہو سکی تو وہ بھی غلط ہے سیّدہ ماریہؓ قبطیہ سے ابراھیمؓ پیدا ہوئے۔

نتیجہ اس بحث کا یہ نکلا کہ مدینہ کے یہ تمام نکاح سیاسی معاشرتی اور معاشی مصالح پر مبنی تھے اُن سے جنسی تسکین ہرگز مقصود نہ تھی۔ وہ ساری خرافات یہودی مؤرخین و مفسّرین کی پھیلائی ہوئی ہے جو ہمارے سلفِ صالحین کہلاتے ہیں۔

برق صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جو لوگ کوئی خاص مشن لے کر آتے ہیں وہ اُس میں ہمہ تن مصروف ہو جاتے ہیں اور جنسی خواہشات کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ اپنے بیوی بچّوں کو وادیٔ طویٰ میں چھوڑ کر چلے گئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے شادی نہیں کی۔ پھر ہماری حالیہ تاریخ ہے کمال اتاترک، نپولین ہٹلر حتّٰی کہ ہمارے قائدِاعظم جب اپنے عظیم کاموں میں لگ گئے تو تاہل و تزوّج کی طرف کوئی توجّہ نہ دے سکے۔

پیغمبرِ اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی مصروفیتوں کا کیا ٹھکانہ۔ اپنی تاریخ دیکھیے۔ آپؐ دُنیا کا جغرافیہ اور نقشہ بدلنے آئے تھے اور تاریخ بنا گئے۔

سن ایک ہجری

ہجرت کی بے سروسامانی میں مسجدِ نبویؐ تعمیر کروائی۔ متعلقین کے لئے حجرے بنوائے۔ نماز و زکوٰۃ کا قیام۔ درس و تدریس۔ عباداتِ شب و روز۔

سن دو ہجری

جنگِ بدر۔ سریہ غطفان۔ سریہ ابوسلمہ صرف ۳۱۳ جان نثاروں کے ساتھ۔

سن تین ہجری

جنگِ اُحد۔ اسلحہ اور سواریوں کی فراہمی۔ مجروحین کی دیکھ بھال، مقتولین کے پس ماندگان کی آبادکاری صرف ۱۰۰۰ صحابہؓ کے ساتھ۔

سن چار ہجری

جنگِ ابی سلمہ و انیس، بیر معونہ، بنو قینقاع۔ بنو نضیر وغیرہ۔

سن پانچ ہجری

غزوہ مصطلق۔ غزوۂ خندق۔ دومتہ الجندل۔ مریسیع۔ ذات الرّقاع۔ بنو قریظہ کی عہد شکنی۔ منافقین کی شورش۔ تین ہزار اہلِ ایمان کی مدد سے۔

سن چھ ہجری

صلح حدیبیہ (۱۴۰۰ صحابہؓ کے ہمراہ) غسّان سے جنگ کی تیاری۔ والیان ملک کے پاس سفارتیں روانہ کیں اور دعوتِ اسلام پیش کی۔

سن سات ہجری

جنگِ خیبر۔ سریہ بشر بن سعد و دیگر سرایہ۔

سن آٹھ ہجری

فتح مکّہ۔ جنگِ حنین، جنگِ اوطاس، جنگ طائف، سریہ موتیٰ۔ ۱۰ ہزار صحابہؓ کے ساتھ۔

سَن نو۔ دَس ہِجری

جنگِ تبُوک۔ سلطنتِ اِسلامیہ کی حَد بندی۔ عمّال کا تقرّر۔ منصبِ قضاۃ کا اِجراء، بیتُ المال کا قیام، ادائے حجّۃُ الوداع ایک لاکھ صحابہ کرامؓ کے ساتھ۔

سَن گیارہ ہِجری

آفتابِ رِسالت صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَسَلَّمْ غرُوب ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْن ۝

اَیسے مصرُوف دَس بَرسوں کے اشغال و اعمال کا اَندازہ لگائیے اور اُس ذاتِ گرامی کی ہِمّت و اِستقلال دیکھئے جِس نے یثرَب کی چھوٹی سی بَستی کی حدُود ۹ لاکھ ستائیس ہزار مُرّبع میل تک وَسیع کر دِیں جِسے دِین و دُنیا کی فِکروں سے فرُصت نہ تھی ہمارا مولوی کہتا ہے آپ کو خُوشبُو اور عورتیں بے حد مرغُوب تھیں اور یہی باتیں سال بہ سال عید میلاد برپا کر کے سُناتا ہے اور مُسلمانوں کو گُمراہ کرتا ہے اللہ مُسلمانوں پر رحم کرے۔

وَالسَّلام

عزیز احمد صدّیقی

۱۹۷۶ء

کراچی

☆☆☆

آخر میں اللہ تعالیٰ سے میری دُعاء ہے کہ وہ اِس کتابچہ سے اُمّتِ مُسلمہ کو اور طالبینِ عُلُومِ شَرِیعت کو نفع پُہنچائے اور مَیں اِبتداء میں بھی اور خاتمہ پر بھی رَبُّ العِزَّت کی حَمد کرتا ہُوں اور اُس کے بندے، رَسُول، پَیغمبر اور آخری نَبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم پر اللہ اپنی رَحمتیں اور سلامتی نازِل فرمائے۔ (آمین)

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنَ۔

اَحسَن عبّاس